ہفت روزہ
الفضل
انٹرنیشنل
مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۱۹/مارچ ۲۰۰۴ء | ۲۶/محرم الحرام ۱۴۲۵ھ ہجری قمری ۱۹/امان ۱۳۸۳ھ ہجری شمسی | شمارہ ۱۲

تین عزیز ترین چیزیں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”دنیا میں تین چیزیں مجھے بہت عزیز ہیں۔عورت،خوشبو، مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے“۔

(نسائی کتاب عشر النساء۔باب حب النساء)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“

اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمہ اسلام و اشاعتِ نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز اُن کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامیٔ دین اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ تعلیم قرآنی کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دونگا۔ وہ اس تاریکی کو دیکھ کر اور ان اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چپ رہتا اور اپنے اُس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اپنے پاک کلام میں مؤکّد طور پر بیان کر چکا تھا۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اس پاک رسول کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندہ کو پیدا کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کریگا۔ سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار در ہزار شکر کا مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق پڑنے نہیں دیا اور نہ صرف اس پیشگوئی کو پورا کر کے دکھلایا بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا۔ اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بیشمار روحیں اُس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس اظہار سے مَیں رُک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اُس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اُٹھائی گئی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سیّد الانبیاء ہے دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لئے آیا جس کے حق میں ہے ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾۔ سو اس کو بھی جو اپنی کاروائیوں میں کلیم اوّل کا مثیل مگر رتبہ میں اس سے بزرگ تر تھا ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پا کر اُسی زمانہ کی مانند اور اُسی مدّت کے قریب قریب جو کلیم اوّل کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اترا اور وہ اُترنا روحانی طور پر تھا جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے اور سب باتوں میں اُسی زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اُترا جو مسیح ابن مریم کے اُترنے کا زمانہ تھا۔ تا سمجھنے والوں کے لئے نشان ہو۔ پس ہر ایک کو چاہئے کہ اس سے انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا تعالیٰ سے لڑنے والا نہ ٹھہرے۔ دنیا کے لوگ جو تاریک خیال اور اپنے پُرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو اُن کی غلطی اُن پر ظاہر کر دے گا۔ ”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اُن حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اترے گی اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی۔ وہ کون ہیں؟ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر قدم رکھا ہے۔ اُن سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کرے گی اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی اور ہر ایک حق پوش دجّال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجّت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھودیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلّتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے............“ ۔ (فتح اسلام۔روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۸۔۹)

فرمودات خلفاء

تفسیر سورۃ الفلق

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ الفلق کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ رات کے وقت گھروں کے دروازے بند کر لیا کرو۔ کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانک رکھا کرو خصوصاً جب اندھیرے کی ابتداء ہو اور بچوں کو ایسے اوقات میں باہر نہ جانے دو۔ کیونکہ وہ وقت شیاطین کے زور کا ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے فرمان کی تصدیق جو کہ آج سے تیرہ سو برس پیشتر ایک اُمّی بیابان عرب کے ریگستانوں کے رہنے والے کے منہ سے نکلا تھا آج اس روشنی اور علمی ترقی کے زمانہ میں بھی نہایت باریک در باریک محنتوں اور کوششوں کی تحقیقات کے بعد بھی ہو رہی ہے۔ جو کچھ آپؐ نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر فرمایا تھا آج بڑی سر زنی اور ہزار کوشش کے بعد کوئی سچائی علم یا سائنس اسے جھوٹا نہیں کر سکا۔ اس نئی تحقیقات سے جو کچھ ثابت ہوا ہے وہ بھی یہی ہے کہ کل موذی اجرام اندھیرے میں اور خصوصاً ابتداء اندھیرے میں جوش مارتے ہیں مگر لوگ بباعث غفلت ان امور کی قدر نہیں کرتے۔

رات کی ظلمت میں عاشق اور معشوق، قیدی اور قید کنندہ، بادشاہ اور فقیر، ظالم اور مظلوم سب ایک رنگ میں ہوتے ہیں اور سب پر غفلت طاری ہوتی ہے۔ ادھر صبح ہوئی اور جانور بھی پھڑ پھڑانے لگے، مرغے اذانوں کی آوازیں دینے لگے۔ بعض خوش الحان آنے والی صبح کی خوشی میں اپنی پیاری راگنیاں گانے لگے۔ غرض انسان، حیوان، چرند، پرند، سب پر خود بخود ایک قسم کا اثر ہو جاتا ہے۔ اور جوں جوں روشنی زور پکڑتی جاتی ہے...... سب ہوش میں آجاتے ہیں۔ گلی، کوچے، بازار، دکانیں، جنگل، ویرانے سب جو کہ رات کو بھیانک اور سنسان پڑے تھے ان میں چہل پہل اور رونق شروع ہو جاتی ہے۔ گویا یہ بھی ایک قسم کی قیامت اور حشر کا نظارہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ فالق الاصباح مَیں ہوں۔

حَبّ گیہوں، جو، چاول وغیرہ اناج کے دانوں کو کہتے ہیں۔ دیکھو کسان لوگ بھی کس طرح سے اپنے گھروں میں سے نکال کر باہر جنگلوں میں پھینک آتے ہیں۔ وہاں ان کو اندھیرے اور گرمی میں ایک کیڑا لگ جاتا ہے اور دانے کو مٹی کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ نشو و نما پاتا، پھیلتا پھولتا ہے اور کس طرح ایک ایک دانہ ہزار در ہزار بن جاتا ہے۔

اسی طرح ایک گِٹک (گٹھلی) کیسی ردّی اور ناکارہ چیز جانی گئی ہے۔ لوگ آم کا رس چوس لیتے ہیں، گٹھلی پھینک دیتے ہیں۔ عام طور پر غور کر کے دیکھ لو

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آنحضرت ﷺ کی قیادت ونگرانی میں اسلام کے قافلہ نے سفر شروع کیا۔ابتدائی مشکلات نے قدم قدم پر روک پیدا کی مگر آنحضرت ﷺ نے خدائی وعدوں اور تائید ونصرت کی طاقت پر رستہ میں آنے والی کسی روک اور مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا مقدس سفر جاری رکھا۔ابتداء میں نماز کی ادائیگی اور تبلیغ بھی علی الاعلان نہ ہوسکتی تھی تاہم آہستہ آہستہ سعید روحیں شرک وظلم کے اندھیروں سے نکل کر توحید ورسالت کی روشنی سے منور ہونے لگیں اور حضور ﷺ کی زندگی میں یہ عظیم الشان انقلاب برپا ہو چکا تھا کہ چھپ کر عبادات بجالانے کی بجائے حضور اکرم ﷺ ایک فاتح کی حیثیت سے حرم شریف میں داخل ہوئے اور مسلمانوں پر بہیمانہ مظالم کرنے والے مجرموں کی طرح لرزاں وترساں آپ کے سامنے پیش ہوئے اور آپ نے تاریخ عالم میں عفو ورحم کی ایک عظیم مثال پیش فرماتے ہوئے ان سب کو معاف کردیا۔

حضور ﷺ نے جو پیشگوئیاں اور وعدے فرمائے تھے وہ حضور کی زندگی اور ذات مبارک سے ہی تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ سے علم غیب پاکر آپ نے آخری زمانے کی علامات بھی تفصیل سے بیان فرمائی تھیں اور آخری زمانے کے متعلق بیان کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ آخری زمانے میں اشاعت اور رسل ورسائل کے ذرائع بہت پھیل جائیں گے، زمین اپنے خزانے باہر نکال دے گی، جنگوں اور خونریزی کی کثرت ہوگی، لوگ بلند و بالا عمارتیں بنانے لگیں گے، عورتیں مردوں اور مرد عورتوں کی طرح نظر آنے لگیں گے، دولت زیادہ ہوجائے گی مگر کھانا سب کو نہیں ملے گا، نئی نئی تیز رفتار سواریاں جاری ہونگی، آسمان سے آگ نازل ہوگی، صلیب کے ماننے والوں کا غلبہ ہوگا، مسلمان یہودیوں کی طرح ہوجائیں گے، دجل وفریب کا دور دورہ ہوگا۔وغیرہ غیرہ

مذکورہ بالا سب علامتیں پوری ہوچکی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پچھلے سوڈیڑھ سوسال سے مسیح ومہدی کا انتظار کرتے کرتے اب بعض لوگ مایوسی کے عالم میں یہ بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ آخری زمانے کی علامتیں اور آنے والے کا تصور ایک عجمی سازش تھی اور حضور اکرم ﷺ نے ایسی کوئی خبر نہیں دی تھی مگر یہ بات بعید از قیاس وعقل ہے کہ تیرہ سوسال کا لمبا عرصہ تو یہ علامات صحیح اور درست سمجھی گئیں مگر جب ان علامات کے پورا ہونے کا وقت آگیا تو یہ کہنا شروع کردیا کہ سرے سے یہ باتیں ہی غلط ہیں اور اس بات کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی گئی کہ ان باتوں کے پورا ہونے سے تو آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی عظمت وصداقت ثابت ہوتی ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ مشکل اور الجھن کیوں پیش آئی۔

آنحضرت ﷺ نے آخری زمانے کی خرابیوں اور علامات کو بیان کرتے ہوئے جس امام کی آمد کی خوشخبری عطا فرمائی تھی اسے حَکَم وعَدَل قرار دیا تھا۔حکم وعدل کے الفاظ سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں غلط باتیں اور عقائد عام ہوچکے ہوں گے اور آنے والا مصلح ان غلطیوں کی اصلاح کرکے صحیح امور کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا۔آنحضرت ﷺ کے ارشادات کے مطابق جب آنے والے امام نے یہ اعلان کیا۔

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر ‌ ‌ ‌ میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

تو یہ مسلمانوں کے لئے ایک خوشخبری تھی کہ حضور ﷺ کی سچائی کا ایک روشن نشان پورا ہورہا ہے مگر مسلمانوں نے خوش ہونے کی بجائے اور یہ سمجھنے کی بجائے کہ اب ہمارا مسیحا ہمیں نئی زندگی اور شوکت عطا کرے گا اسکی تکفیر وتکذیب اور مخالفت شروع کردی اور سورج کی طرح چمکتے ہوئے روشن دلائل سے آنکھیں بند کرکے مخالفت برائے مخالفت کی مہم شروع کردی۔بظاہر تو یہ مخالفت آنے والے مہدی کی تھی مگر درحقیقت یہ مخالفت آنحضرت ﷺ کی تھی جنہوں نے اس کی آمد کی پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آج عالم اسلام مجسم سوال بنا ہوا یہ پوچھ رہا ہے کہ آخری زمانے کی سب علامات تو پوری ہو چکی ہیں مگر امام مہدی کہاں ہے؟ اور یہ بھی کہ افضل النبیین حضرت محمد ﷺ کی امت کے حصہ میں اب ذلت ناکامی اور نامرادی ہی رہ گئی ہے؟

اس سوال کا جواب اس زمانے کے مامور کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا۔آپ فرماتے ہیں ”......یہ عاجز بھی اس صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجدد کا خطاب پاکر مبعوث ہوا اور جس نوع اور قسم کے فتنے دنیا میں پھیل رہے تھے ان کے رفع اور دفع اور قلع قمع کے لئے وہ علوم اور وسائل اس عاجز کو عطا کئے گئے کہ جب تک خاص عنایت الٰہی ان کو عطا نہ کرے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتے۔“ (کرامات الصادقین صفحہ ۳)

آپ فرماتے ہیں:

”اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے“۔(فتح اسلام صفحہ۷)

(عبدالباسط شاہد)

فارسی منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

می سزد گرخوں ببارد دیدۂ ہر اہل دیں
برپریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمیں

دین حق را گردش آمد صعبناک وسہمگیں
سخت شورے اوفتاد اندر جہان از کفر وکیں

آنکہ نفس اوست از ہر خیر وخوبی بے نصیب
مے تراشد عیبہا درذات خیر المرسلینؐ

برمسلماں ہمہ ادبار زیں رہ اوفتاد
کزپئے دیں ہمت شاں نیست با غیرت قریں

گربگردد عالمے از راہ دین مصطفیٰ
ازرہ غیرت نمے جنبد ہم مثل جنیں !

از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں

یا الٰہی باز کے آید ز تو وقت مدد
باز کے بینیم آں فرخندہ ایام وسنیں

ایں دو فکر دین احمدؐ مغز جاں ماگداخت
کثرت اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اے خدا زود آوبرما آب نصرت ہا ببار
یا مرا بردار یا رب زیں مقام آتشیں

اے خدا نورہدیٰ ازمشرق رحمت برار
گمرہاں را چشم کُن روشن زآیات مبیں!!

چوں مرا بخشیدۂ صدق اندریں سوز وگداز
نیست امیدم کہ ناکامم بمیرانی دریں

کاروبار صادقاں ہر گز نماند ناتمام
صادقاں را دست حق باشد نہل در آستیں

(فتح اسلام صفحہ ۷۷ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

(ترجمہ): مناسب ہے کہ ہر دیندار کی آنکھ خون کے آنسو روئے۔اسلام کی پریشاں حالی اور قحط المسلمین پر۔خدا کے دین پر نہایت خوفناک اور پرخطر گردش آگئی۔کفر وشقاوت کی وجہ سے دنیا میں سخت فساد برپا ہوگیا۔وہ شخص جس کا نفس ہر ایک خیر وخوبی سے محروم ہے وہ بھی حضرت خیرالرسلؐ کی ذات میں عیب نکالتا ہے۔مسلمانوں پر ساری ذلت اسی وجہ سے پڑی کہ دین کے معاملہ میں ان کی ہمت نے ان کی غیرت کا ساتھ نہیں دیا۔اگر ایک جہان مصطفیٰؐ کے دین کی راہ سے پھر جائے تو جنین جتنی بھی وہ غیرت سے حرکت نہیں کرتے۔پہلے جو ترقی ہوئی تھی وہ دین پروری کے راستہ سے ہوئی تھی پھر بھی جب ہوگی یقیناً اسی راہ سے ہوگی۔اے خدا پھر کب تیری طرف سے مدد کا وقت آئے گا اور ہم پھر وہ مبارک دن اور سال کب دیکھیں گے۔دین احمد کے متعلق ان دو فکروں نے میری جان کا مغز گھلا دیا اعدائے ملت کی کثرت اور انصار دیں کی قلت۔اے خدا جلد آ اور ہم پر اپنی نصرت کی بارش برسا۔ورنہ اے میرے رب اس آتشیں جگہ سے مجھ کو اٹھالے۔اے خدا رحمت کے مطلع سے ہدایت کا نور ظاہر کر اور چمکتے ہوئے نشان دکھلا کہ گمراہوں کی آنکھیں روشن کر۔جب تو نے مجھے اس سوز وگداز میں صدق بخشا ہے تو مجھے یہ امید نہیں کہ تو اس معاملہ میں مجھے ناکامی کی موت دے گا۔سچوں کا کاروبار ہرگز نامکمل نہیں رہتا۔سچوں کی آستین میں خدا کا مخفی ہاتھ ہوتا ہے۔

روح پرور داستان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے حضور کے انتقال تک

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؔ رضی اللہ عنہ آف گولیکی گلستان احمدیت کی بلبل خوشنوا بھی تھے اور قادر الکلام شاعر، بلند پایہ مصنف اور نامور صحافی بھی۔ ۱۸۹۳ء میں آپ نے پہلی بار مامور الزمان و مہدی دوران علیہ السلام کی زیارت کی اور ۱۸۹۷ء میں اپنے والد بزرگوار حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکی کے ساتھ بیعت سے مشرّف ہوئے جس کے جلد بعد ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان دارالامان میں دھونی رما لی اور ۱۹۴۷ء تک دیارِ حبیب ہی میں مقیم رہے۔ مرکز احمدیت ربوہ کے افتتاح کے بعد اس مقدس بستی میں جو اُس وقت بے آب و گیاہ تھی والہانہ ذوق و شوق سے تاجدار خلافت سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے قدموں میں بود و باش اختیار کر لی۔ آپ زندگی بھر نظم و نثر کے ذریعہ قلمی جہاد میں مصروف عمل رہے۔ حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؓ کو اخبار "بدر، الفضل، رسالہ ریویو آف ریلجنز (اردو)، تشحیذ الاذہان، مصباح، احمدیہ گزٹ الغرض سلسلہ احمدیہ کی قدیم صحافت میں شاندار خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ نے ۲ ستمبر ۱۹۶۶ء کو انتقال کیا اور بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک ہوئے۔

اے ساکنانِ مقبرہ تم پر ہو مرحبا
مر کر بھی تم ہوئے نہ درِ یار سے جدا
دے دے کہ نقد جان خریدا یہ قربِ خاص
سودا قسم خدا کی یہ سستا بہت کیا

ذیل میں حضرت قاضی صاحبؓ کی خودنوشت روح پرور داستان حیات (از ۱۸۹۳ء تا ۱۹۰۸ء) ہدیہ قارئین کی جارہی ہے۔ (دوست محمد شاہد۔ مورخ احمدیت)

فرماتے ہیں۔ "غالباً ۱۸۹۳ء تھا جب میں اور مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی، شیخ عبدالغنی صاحب کنجاہی۔ کنجاہ ورنیکولر مڈل سکول کی چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے۔ طالب علم تو اور بھی بہت تھے مگر ہم تینوں میں ایک خاص مناسبت اور دوستی تھی۔ اس وقت یہ بات ہمارے وہم و خیال میں بھی نہ آتی تھی کہ ہم ایک ہادی و رہنما کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے ہیں۔ آج ۱۹۲۴ء میں عجیب منظر آنکھوں کے سامنے ہیں۔ مولانا غلام رسول نے بھی یہیں ڈیرے ڈالے ہیں خاکسار بھی موجود ہے اور حسن اتفاق سے شیخ عبدالغنی صاحب بھی حاضر عتبہ عالیہ ہیں۔ تیس، اکتیس (۳۰،۳۱) برس کی باتیں خواب و خیال ہوگئیں۔ اتنا یاد پڑتا ہے کہ انہی دنوں یہ ندا میرے کانوں میں پہنچی کہ امام مہدی ظاہر ہوگئے۔

مولوی نور الدین صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول نے میرے والد صاحب سے ایک روز کہا کہ ایک شخص نواح بٹالہ میں مدعی مسیحیت و مہدویت ہے۔ پادریوں سے ایک بڑا مباحثہ بھی ہونے والا ہے یا ہو چکا ہے۔ آپ بٹالہ جایا کرتے ہیں اس کی نسبت کچھ خبر لائیں۔

بٹالہ میں سلسلہ قادریہ کے پیر ظہور الحسین صاحب تھے آپ نے ایک بار یہ کہا تھا کہ صدی چودھویں شروع ہوگئی اور کوئی بڑا غوث پیدا ہونے والا ہے۔ مگر ان کی باتوں سے ایسا مترشح ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس عہدہ کا امیدوار سمجھتے ہیں۔

حافظ محمد حسین ڈنگوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے علاقے میں تشریف لائے اور انہوں نے یہ بشارت سنائی اور جب توضیح مرام، فتح اسلام، بالآخر ازالہ اوہام کتابیں دیں۔۔ والد ماجد کو فقراء کی ہمیشہ تلاش رہتی اور اس کے لئے لمبے سے لمبا پاپیادہ سفر اور زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کو تیار رہتے۔ کچھ کتابیں دیکھنے کے بعد جب بٹالے گئے تو قادیان بھی ہو آئے اور بتایا کہ جیسے دیگر سلسلے کے فقراء کے پاس بیٹھنے سے لطائف قلبی پر اثر پڑتا ہے۔ وہ نہیں۔ مگر نماز میں لذّت آئی ان ایّام میں میں نے بھی یہ کتابیں پڑھیں۔ اور کچھ چرچا سا رہنے لگا۔ دوسری بار جب والد ماجد بٹالہ گئے تو قادیان میں بیعت بھی کر گئے پھر تو ہم بھی سب بیعت ہی تھے اور تدریجی ترقی کرنے لگے۔ ہم لوگ بہت بڑے حجب میں گرفتار تھے اور نور میں آنے کے لئے کئی منازل طے کرنی باقی تھیں۔ ۱۸۹۷ء میں جب مجھے گردش قسمت سے فیروز پور بیٹر میں جانا پڑا تو میں بیمار ہو گیا اور پورے دس سال بستر علالت پر رہا۔ یہ مسلسل طول طویل بیماری اس اعتبار سے میرے حق میں رحمت ہوگئی کہ میں نے اسی دوران میں عربی تکمیل کی اور اسی مدّت میں احمدیت کی اتمام نعمت ہوئی۔ "الحکم" نے ایمانوں کے تازہ کرنے اور مرکز و امام ہمام سلسلہ کے ساتھ تعلقات مضبوط و منضبط کرنے میں بہت مدد کی۔ میں اس میں مضمون لکھنے لگ گیا اور ۱۹۰۰ء میں ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ظہور المسیح تھا اور جس کی نسبت مولانا عبدالکریمؓ نے لکھا کہ جوں جوں میں اسے پڑھتا اپنے قلب کے تواجد و تراقص کو ضبط نہیں کر سکتا تھا۔

حضور علیہ السلام جہلم تشریف لے گئے تو سینکڑوں آدمی احمدی ہوئے اور اس وقت ہمارے گاؤں میں بھی احمدیت اپنی شان میں ظاہر ہوئی۔ جب یہ خبر پہنچی کہ حضور علیہ السلام لاہور تشریف لا رہے ہیں تو بندہ کا دل بھی آتش شوق نے گرمایا۔ جسم نہ صرف کمزور تھا بلکہ دکھوں سے بھر پور تھا اس کے لئے لاہور کا سفر ایک خواب و خیال تھا مگر شوق نے سب مشکلات کو آسان کر دیا اور میں راتوں رات بارہ میل کا سفر کر کے ریلوے سٹیشن پر پہنچا اور صبح حاضر دربار ہوا۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

دہلی دروازہ کے باہر جہاں آجکل احمدیہ مسجد ہے عجیب منظر تھا۔ دشمنوں کی مخالفت زوروں پر تھی اور وہ ایسی ایسی حرکات کرتے تھے جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ یہ لوگ جوش میں دیوانہ ہو رہے ہیں۔ ایک مولوی تھا وہ سڑک کے کنارے ایک درخت پر چڑھ کر گالیاں دے رہا تھا اس کی مجنونانہ پر وحشت حرکات دیکھنے کے لئے ہمارے بعض احباب بھی راہ چلتے کھڑے ہو جاتے اور مولانا عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ نہیں سکتا اس کی آواز ہمارے دوست سن کس طرح سکتے ہیں۔

جس روز لیکچر ہوا دس بارہ ہزار کا مجمع تھا۔ عجب شان تھی۔ مولانا عبدالکریم صاحب نے لیکچر نہایت بلند آہنگی سے پڑھا اور بعد میں لوگوں کی درخواست پر حضور نے خود بھی ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ حق کا غلبہ ہوا اور باطل پاؤں سر پر رکھ کر بھاگا۔ اس کے بعد دوسری بار سیالکوٹ لیکچر ہوا۔ اور میں بھی وہاں حاضر ہوا علماء سوء نے خوب خوب ناکہ بندی کی ہر موڑ پر ہر دروازہ پر اپنا ایک واعظ بٹھا دیا کہ لیکچر گاہ میں مت جاؤ۔ جماعت علی شاہ نے عین لیکچر گاہ کے بالمقابل اپنا ڈیرہ جما رکھا تھا۔ عجب شان خدا میں نے دیکھی کہ جب حضور علیہ السلام کی سواری پہنچی تو جتنے لوگ مخالفین میں بیٹھے تھے وہ اٹھ کر ہمارے لیکچر میں آ گئے۔ مولانا عبدالکریم صاحب کا خنجرہ داؤدی۔ پونے تین گھنٹے تک حضورؑ کا لکچر سنایا۔ وہاں آپ نے خصوصیت سے ظاہر فرمایا کہ میں ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں۔ دستار مبارک کے شملہ سے لبہائے مبارک لپیٹے ہوئے خاص اداءِ شرمگیں کے ساتھ کرسئ صداقت پر جلوہ افروز تھے اور مشتاقان جمال پروانہ وار شمع نبوت پر فدا ہو رہے تھے۔ علماء سوء کی مخالفانہ کوششیں ناکام رہیں کبوتروں والی مسجد روح القدس سے معمور ہوئی۔ جب حضور مع رفقاء گاڑی پر سوار ہوئے تو سیالکوٹ کے جوانان قوم نے اپنی شرافت کا یہ نمونہ دکھایا کہ گاڑی پر پتھر مارے اور یوں اپنے عمل سے ثابت کیا کہ ہم ہی وہ فرزندان یہودیت ہیں جن کے لئے مسیحا کی ضرورت ہے۔ سیالکوٹ میں منشی میراں بخش صاحب جلوہ سیالکوٹی کی بیٹھک میں فرد کش تھا۔ وہاں مخالفوں کی آمد رفت تھی۔ میں نے بڑے بوڑھوں سے پوچھا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب کی قبل از دعویٰ سیالکوٹی زندگی کا کوئی عیب بتاؤ۔ آخر وہ اہلمد رہے ہیں اور ان پر سب کی نظر ہوتی ہے ان سب نے متفق اللفظ کہا کہ آپ کی زندگی نہایت پاکیزہ تھی اور کوئی نہیں جو ان پر عیب لگائے۔

آخر وہ وقت آ گیا کہ میں دارالامان میں حاضر ہوں میرے رفیق سفر میرے ہم عمر، ہم سبق مولوی غلام رسول صاحب گنگوہی تھے ہم پہلے بٹالہ اترے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سے ملے ان سے بہت گفتگو ہوئی۔ ان سے پہلا سوال میرا یہ تھا کہ حضور کی زندگی دعوے سے پہلے کیا تھی جواب فیـنـا مر جواً ملا۔ مختلف مسائل پر میری باتیں سُن سُن کر مولوی محمد حسین مجھے کہنے لگے۔ لڑکے تم کہتے ہو میں ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں اور بیمار ہوں مگر تمہارے معلومات بہت وسیع ہیں۔ وغیر ڈ لک

وہاں سے غفارے کا یکہ ہمیں دارالامان میں لایا۔ مہمان خانہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنا گھر ہے۔ شیخ یعقوب علی صاحب کو صبح معلوم ہوا تو مجھے پلاؤ بھجوایا۔ کچھ بستر بھی ان دنوں شیخ صاحب مفتی صاحب عموماً مہمان خانہ میں جاتے مسافروں سے میل ملاقات فرماتے۔ تعلقات بڑھاتے۔ آخر میں تو یہیں کا ہو رہا۔ حضرت مفتی صاحب کے زیر سایہ مجھ بیمار کو بہت آرام ملا۔ جب ہم صبح اٹھتے تو نگاہیں بیت النبوۃ کی طرف لگ جاتیں۔ کب وہ بدر رسالت جلوہ افروز ہوتا ہے اور ہم سیر کو جاتے ہیں۔ ایک دو گھنٹے سیر میں لگ جاتے۔ پھر ظہر کی نماز سے پہلے حضور ٹھہر جاتے احباب سے ملاقات کرتے، کلمات طیّبات سے تشنگان بادۂ عرفان کو سیراب فرماتے۔ یہ داستان شوق بہت لمبی ہے پھر کسی موقعہ پر سنائیں گے۔ یہاں آ کر بھی لالہ ملاوامل سے ملا۔ شبھ چنتک کے ایڈیٹر کے پاس بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ میں نے کہا دعویٰ سے پہلے کی زندگی کے متعلق ہمیں کچھ بتاؤ۔ بعد کی ہمیں ضرورت نہیں۔ وہ کوئی فی نہ نکال سکے اور بھلے لوگ اور بھلے پرش ہی کہتے رہے۔

بعد ازاں ہم نے مخالفوں کا اتار چڑھاؤ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مرزا نظام الدین صاحب کا وہ زور اور سخت زبانی کا شور بھی سنا جو دفتر محاسب کی کھڑکی کے متعلق تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہماری کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔ اور پھر حضرت خلیفہ اول کے زمانے میں انہی آنکھوں نے دیکھا کہ بیمار و نحیف ایک کونہ میں بیٹھا ہے۔ سب بیماروں سے فارغ ہو کر گھنٹے کے بعد حضرت حکیم الامتؓ نے پوچھا۔ تم کیوں آئے۔ بیماری کا حال عرض کیا اور نسخہ ملا اور رخصت۔ وہ دن بھی یاد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے حضور میں ان کی یا ان کے کسی قریبی رشتہ دار کی بیماری کا ذکر آیا تو حضور نے مرزا یعقوب بیگ صاحب کو علاج کے لئے بھیجا اور نماز ظہر سے پہلے استفسار حالات کیا۔ نماز کے لئے کھڑے ہو چکے تھے۔ فرمایا پہلے ان کی خبر لے آؤ پھر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے آنے تک توقف کیا گیا۔ اللہ اللہ اپنے دشمنوں سے یہ اخلاق ایک بے نظیر صفت ہے جو انبیاء ہی دکھا سکتے ہیں۔

صاحبزادہ مبارک احمد کو مَیں نے بارہا دیکھا جب وہ مدرسے پڑھنے آتے پیچھے پیچھے دادی مرحومہ (والدہ مولوی شادی خان صاحب خادمہ اہل بیت) ان کا بستہ اٹھائے بہت بھولی بھالی پیاری پیاری شکل تھی۔ جب صاحبزادہ صاحب بیمار ہوئے تو حضور ان کی تیمارداری میں سخت مصروف تھے۔ ایک روز مَیں نے حضور کی زیارت اس کمرہ میں کی جہاں آج کل حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں۔ اس کمرے کے اندر سے سیڑھیاں اوپر کو جاتی تھیں وہاں سے حضور نازل ہوئے۔ یہی ایک دن ہے جب مَیں نے حضور کے چہرہ مبارک پر کچھ زردی دیکھی۔ چند مشتاقان جمال سے مصافحہ کیا اور بغیر کچھ کہے فرمانے کے چلے گئے۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد فوت ہو گئے۔ تریاق القلوب کا وہ حوالہ کہ چھوٹی عمر میں خدا تعالیٰ کی طرف مراجعت ہوگی معاً میرے سامنے آیا اور مَیں نے حضرت مفتی صاحب کو کتاب دی کہ حضور میں پیش کریں۔

دفن کے لئے جب جنازہ مقبرہ بہشتی میں لے جایا جانے والا تھا تو مستری حسن دین صاحب سیالکوٹی نے اس جگہ جہاں آج کل پختہ پل ہے پانی پر سے گزرنے کے لئے سکول کے بنچوں کا ایک پل بنا دیا۔ حضور اسے دیکھ کر خوش ہوئے کہ احباب کو تکلیف سے بچا لیا۔ مقبرہ سے واپسی کے بعد حضور کے چہرہ مبارک پر اس قدر شگفتگی کے آثار تھے کہ جیسے کوئی شہنشاہ کے حضور نذر گزران کر اس کی قبولیت کی خبر پر خوش ہوتا ہے۔

خلیفہ رجب الدین لاہوری آئے تو کہنے لگے کہ حضور ہم تو ماتم پرسی کے لئے آئے تھے۔ لیکن حضور کا چانبل (پنجابی لفظ ہے) دیکھ کر اب حرف افسوس زبان پر نہیں لایا جاتا۔ فرمایا: خلیفہ صاحب ہم تو ایک ہی روز سیاپہ کر چکے اس کے بعد جو کچھ تھا وہ خدا کا ہے۔ اسی نے دیا، اسی نے لیا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مالک کسی کو باغ کا مالی مقرر کرے اور پھر اپنا پھل اس کے ہاتھ

سے لے کر قبول فرمائے۔ تب مالی خوش ہوگا نہ کہ رنجیدہ۔

شبھ چنتک کے ایڈیٹر و مددگاروں کا ذکر مسجد مبارک میں نماز سے پہلے حضرت مولانا نورالدینؓ نے کیا کہ یہ لوگ سخت شوخی کر رہے ہیں اور باہر اپنی کذب بیانیوں سے غلط فہمی پھیلا رہے ہیں۔ نماز کے بعد حضور نے فرمایا مَیں ایک اشتہار لکھ کر لاتا ہوں مگر عصر کے وقت معلوم ہوا کہ مضمون ایک رسالہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ چنانچہ 'قادیان کے آریہ اور ہم' تالیف ہوا۔

حضور نے ایک نظم بھی لکھی۔ عجب توارد تھا جو میرے لئے موجب صد فخر و ناز ہوا کہ اسی ردیف و قافیہ میں ایک نظم دوسرے تیسرے روز مَیں نے عرض کی جس کا ایک شعر ہے ؎

جس میرزا کی خاطر گھر بار ہم نے چھوڑے
آؤ تمہیں دکھائیں وہ میرزا یہی ہے

'قادیان کے آریہ اور ہم' کا شائع ہونا تھا جو شبھ چنتک رہا نہ اس کا ایڈیٹر، نہ اس کا مربی، نہ مدرسہ، نہ سماج۔ یہ معجزہ میری آنکھوں نے دیکھا۔ مگر افسوس کہ اکثر لوگ بے ایمان کے بے ایمان ہی رہے۔ اس رسالہ کی نظم کا ایک شعر تھا ؎

جس کی دعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹ کر
ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے

منشی کرم علی صاحب کاتب کے چھوٹے سے بچے رحمت اللہ (جو اب بفضلہٖ جوان جی۔ اے۔ وی کا امتحان دے کر آئے ہیں) نے اپنی سریلی آواز میں پڑھا۔ اور جب یہ میرزا یہی ہے پر پہنچا تو بے اختیار دوڑ کر ساتھ چمٹ گیا۔ اس کی یہ بات ابھی تک مجھے یاد ہے۔

حضور کی مہمان نوازی کی ایک بات یاد آئی۔ ظہر سے پہلے آپ تشریف لائے۔ ایک صاحب نے کہا کہ پیاس لگی ہے۔ حضور نے سن لیا۔ فرمایا مَیں ابھی پانی لایا۔ وہ نظارہ میرے سامنے ہے کہ آپؑ دونوں ہاتھوں سے خود صراحی اٹھالائے اور گلاس میں خود برف شیر آب نکال کر دیا۔ جب وہ صاحب ایک گلاس پی چکے تو باصرار فرمایا کہ ایک اور پی لیجئے اور اس کا کچھ حصہ پلا کر چھوڑا۔

حافظ ابراہیم صاحب کھڑکی کے پاس بیٹھ رہتے۔ حضور جب تشریف لاتے تو سب سے پہلے یہ ضرور لباس مبارک پر ہاتھ پھیر کر برکات لوٹ لیتے۔ حضور کبھی منع نہ فرماتے۔ جمعہ ان دنوں ہر دو مسجدوں میں ہوتا۔ مسجد اقصیٰ میں مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ پڑھاتے اور مسجد مبارک میں سید محمد احسن صاحبؓ۔ حضور اس وقار سے سر کو ایک طرف جھکائے بیٹھے رہتے کہ ہمیں تعجب ہوتا اور ہم اس خطبہ کی طوالت پر بہت خوش ہوتے۔ محض اس لئے کہ حضور کا دیدار انور خوب خوب کر لیتے۔

چوہدری حاکم علی صاحب مہاجر عموماً میرے ساتھ بیٹھتے اور ساڑھے گیارہ بجے سے اول ہی مسجد مبارک تمام بھر جایا کرتی۔ اس میں ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی جس کے ساتھ ہی خطبہ شروع ہو جاتا تھا۔

حضور پچھلے سالوں میں مغرب و عشا و فجر کے لئے مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے اس لئے اندرون خانہ ہی نماز باجماعت ادا فرما لیتے۔

ایک روز شیخ رحمت اللہ صاحب و دیگر احباب لاہور تشریف لائے تو طبیعت ناساز تھی۔ فرمایا اندر ہی آ جاؤ۔ مَیں بھی ساتھ ہی چلا گیا۔ **حضور ایک پلنگ پر تشریف فرما تھے جو اتنا چوڑا تھا جتنی بالعموم چارپائیاں لمبی ہوتی ہیں۔ اس کے سرہانے ایک چھوٹا سا میز تھا۔ اس پر موم بتیاں بہت سی پڑی تھیں۔ ایک دوات تھی جس کے گرد غالباً مٹی تھپی ہوئی تھی۔ لوگ بے تکلفی سے جہاں کسی کو جگہ ملی بیٹھ گئے۔ کوئی چارپائی پر کوئی صندوق پر، کوئی ٹرنک پر، کوئی دہلیز پر، کوئی فرش پر۔ دیر تک بیٹھے** رہے اور حضور کے کلمات طیبات سے شاد کام ہوئے۔ کمرے میں بالکل سادگی تھی۔ کوئی فرش نہ تھا، نہ مکلفانہ سامان بلکہ مَیں نے دیکھا کہ رضائی بھی پھٹی ہوئی تھی۔ اس کی روئی مجھے نظر آ رہی تھی۔

ایک دفعہ جب حضور کو معلوم ہوا کہ دوست آئے ہیں تو اس وقت مہندی لگی ہوئی تھی۔ اسی طرح ریش مبارک پر رومال باندھے صرف کرتہ پہنے اغلباً سر پر صرف ٹوپی ہی تھی (یہ بہت پرانی رومی ٹوپی تھی جو اکثر پگڑی کے نیچے رہتی تھی) مسجد مبارک میں تشریف لے آئے۔ اس سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ مَیں نے حضور کو صرف ایک ہی دفعہ باہر آتے دیکھا۔ ورنہ آپ نماز و سیر کے لئے جب بھی تشریف لاتے تو کوٹ پہنے، پگڑی سر پر رکھے، عصا ہاتھ میں تشریف لاتے۔ اس وقت ۹ بجے کا وقت تھا۔ آپ نے اپنی جیب سے گھڑی نکالی جو رومال میں بندھی ہوئی تھی اور فرمایا: اس میں تو تین بجے ہیں۔ پھر کسی نے چابی لگائی، وقت صحیح کر دیا تو آپ نے اسے اسی طرح رومال میں باندھ کر جیب میں ڈال لیا۔ جب حضور کے سامنے ذکر آیا کہ ایک گھڑی آٹھ روزہ چابی لیتی ہے تو بہت خوشی ظاہر فرمائی۔

آپؑ اپنے بعض صندوقوں کی چابیاں (جس میں غالباً بہت ضروری کاغذات تصانیف و الہامات تھے) اپنے پاس رکھتے اور ازار بند سے بندھی رہتیں۔ جس پر آج کل کے احمق و بیوقوف شاید ہنسیں گے لیکن جب ان کی اپنی چابیاں کئی بار گم کر دینے یا ضرورت کے وقت نہ ملنے کے واقعات یاد آئیں گے تو شرمائیں گے۔

سیر کو آپ قریباً ہر روز تشریف لے جاتے۔ دو چار سیر یاد آ گئے۔ ایک تو جاڑے کا موسم تھا۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی، آپ باہر تشریف لے آئے۔ مفتی صاحب نے چھاتا کرنا چاہا تو منع فرمایا۔ بازار سے آپ باہر بٹراں کی طرف تشریف لے گئے۔ بازار سے بہت کم آپ گزرتے لیکن جب بھی گزرے بعض ہندو عموماً سلام کرتے خصوصاً لالہ سکھ رام آنجہانی تو دکان سے نکل کر بازار میں سامنے کھڑے ہو کر جھک کر آداب بجالاتا۔

جب ریتی چھلہ سے آگے نکلے تو ہوا ایسی سخت سرد کہ حضرت مولانا نورالدینؓ نے تکلیف کا خیال کر کے اپنا دُھسّہ پیش کیا۔ آپؑ صرف پوستین پہنے تھے، انکار فرمایا۔ پھر حضرت مولوی صاحبؓ کو مَیں نے دیکھا کہ اپنی چادر کو مشرق کی طرف پھیلائے ہوئے ہاتھ سے اونچا کئے چلتے رہے تا سرد ہوا سے آپؑ محفوظ رہیں۔ یہ صرف محبت کا فعل تھا۔

اس طرف ایک بار اور میرے سامنے حضورؑ تشریف لے گئے۔ جلسہ سالانہ کے دن تھے۔ احباب کی کثرت تھی۔ یہ طرف اس لئے پسند تھی کہ آبادی اور کھیتی نہ تھی۔ آج کل کے دارالامان میں آنے والے کیا جانیں کہ ان ایام میں یہ دارالفضل، دارالعلوم، دارالرحمت کچھ بھی نہ تھا، جھاؤ ہی جھاؤ تھا۔ اور غیر آبادی کی یہ حالت تھی کہ ایک بار بعض نوجوان دوستوں کی محفل میں عشاء کے وقت ایک عزیز نے ایک روپیہ انعام اس جانباز کے لئے رکھا جو بورڈنگ والے کنوئیں پر ہو آئے۔ اب تو وہ چہل پہل ہے کہ ایک دنیا آباد ہے۔ پہلے روز تو کچھ سیر ہو گئی۔ وہ بھی اس طرح کہ حضور آگے آگے چلتے اور بیس تیس قدموں کے فاصلہ پر پیچھے پیچھے احباب۔

دوسرے روز جب آپ باہر تشریف لے گئے تو اس قدر اژدھام ہوا کہ سٹور کے پاس ریتی چھلے ہی میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا ایک وقت تھا کہ ہم اکیلے تھے اور اب يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ کی پیشگوئی کے ماتحت چلنا دشوار ہو رہا ہے۔

اس الہام سے یاد آیا کہ ایک دفعہ ایک امریکن صاحب اور میم صاحب قادیان میں آئے۔ حضور نے ان سے دفتر محاسب میں ملاقات فرمائی۔ صاحب نے مصافحہ کیا۔ لیڈی سے مصافحہ نہیں کیا۔ فرمایا: ہمارے مذہب میں منع ہے۔ اس لئے نہیں کہ عورت گنہگار ہے یا ناپاک ہے۔ اس صاحب نے کہا کہ آپ کو نبوت کا دعویٰ ہے۔ حضور نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا کہ آپ کے بھائیوں نے تو نشانات دکھائے اور آپؑ کا نشان؟ ہم اس وقت سوچنے لگے کہ حضور کیا جواب دیتے ہیں۔

حضور نے فرمایا: تم میرا نشان ہو۔ اس نے حیران ہو کر کہا یہ کیونکر؟ فرمایا تمہارے آنے کی خبر پچیس برس پیشتر خدا نے مجھے دی اور فرمایا يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔

پھر عبدالحئی مرحوم کو پیش کیا کہ اس کی ولادت کی خبر خدا نے میرے ذریعہ سے قبل از وقت دی۔ اور بتایا کہ اس کے جسم پر پھوڑے ہوں گے جو کسی دوائی سے اچھے نہیں ہوں گے۔

ایک بار حضور ادھر کالھواں کی طرف تشریف لے گئے۔ اس روز الواح الھدیٰ کا ذکر ہوا۔ فرمایا: غریب عورتیں آ جائیں تو بعض امراء کے گھروں میں انہیں بنظر حقارت دیکھا جاتا ہے اور انسان کی اس کی انسانیت اور اس کے ایمان کے لحاظ سے عزت نہیں کی جاتی۔ یہ بہت بڑا اخلاقی نقص ہے۔ مَیں چاہتا ہوں ہر گھر میں ایک تختی لگی ہوئی ہو جس پر موٹے خط میں ہدایات درج ہوں۔ اس روز اتفاق سے میری نوٹ بک دفتر ہی میں رہ گئی۔ حضرت مفتی صاحبؓ کے پاس بھی کوئی کاغذ یا کاپی نہ تھی۔ عجب مشکل پیش آئی۔ مَیں تو حیران ہی تھا مگر حضرت مفتی صاحبؓ نے جھٹ ایک ٹھیکرا اٹھا لیا اور اس پر لکھنا شروع کر دیا۔ آگے چل کر ایک پتہ سوکھا ہوا اٹھایا اور بقیہ حصہ اس پر نوٹ کیا۔ یہ تاریخی چیزیں مَیں نے محفوظ کر لی تھی۔ اب ملتی نہیں خدا جانے کہاں بھول گئیں۔

سیر کے وقت ڈائری لکھنا بھی کاردارد والا معاملہ تھا۔ آنکھیں چاہتیں کہ ہم بجائے رستے کے یا نوٹ بک کے اس چہرہ انور ہی کو دیکھتے رہیں۔ چونکہ ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ حضور کے ساتھ ہی چلے اس لئے ٹھوکریں بہت لگتیں۔ اور عموماً پنڈلیاں اور پاؤں زخمی ہو جاتے۔ خصوصاً ڈائری نویس کے جسے چلتے چلتے لکھنا پڑتا۔ حضرت مفتی صاحبؓ کا فل بوٹ البتہ کچھ بچاؤ کر لیتا۔

یہ مضمون لکھ رہا ہوں کہ چوہدری عنایت اللہ خان صاحب انسپکٹر کی خبر وفات پہنچی۔ وہ جب پہلے پہلے قادیان آئے تو حضور سے سیر کے وقت بسراواں کے راہ میں ملاقات ہوئی۔ سامنے ہوتے ہی کانپنے لگے۔ دفتر میں آ کر بیان کیا کہ مَیں عرصہ سے گورنمنٹ کی ملازمت میں ہوں۔ پولیس والے یونہی سخت دل ہوتے ہیں۔ مَیں کہیں کسی کے رعب میں نہیں آیا۔ بڑے بڑے چودھریوں اور رئیسوں کی مَیں نے کچھ ہستی نہیں سمجھی بلکہ ان کی گوشمالی کی۔ لیکن خدا جانے کیا بات ہے کہ ان کے سامنے ہوتے ہی مَیں کانپنے لگا۔ اس سے ان کو حضور سے بہت ہی اعتقاد ہو گیا۔

حضور جب سیر میں تشریف لے جاتے تو حضرت مولوی صاحب پیچھے رہ جاتے۔ آپ نے کبھی کوئی بات کرنی ہوتی تو مڑ کر اس طرف منہ کر لیتے اور بعض اوقات حضرت نواب صاحبؓ، حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ کا انتظار فرماتے کہ آ جائیں تو چلیں۔ نواب صاحبؓ اور مولوی محمد علیؓ صاحب سیر سے کچھ جی چراتے تو ایک روز ہنس کر فرمایا ان کو جبراً لے چلنا چاہئے۔ اور عموماً اہتمام کر کے لے جاتے۔ کیونکہ دونوں صاحبوں کی صحت بیٹھنے سے ان دنوں ناقص ہو رہی تھی۔

اور بھی کئی باتیں یاد آ رہی ہیں۔ مگر مجھے ختم کرنا چاہئے۔ اب مَیں ذرا داستان شوق کا آخری باب کچھ سنالوں۔

حضور لاہور تشریف لے گئے۔ آہ مئی کا مہینہ اور ۱۹۰۸ء ایک روز مَیں نے صبر سے کام لیا اور آخر جذبات شوق نے ایک نظم کی صورت اختیار کی جس کا مطلع ہے ؎

صفحہ ارض پہ زریں ہے نشان لاہور
بڑھ گئی چرخ چہارم سے بھی شان لاہور

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

ربوہ اور پاکستان کے کسی بھی شہر میں رقم کی فوری ادائیگی کے لئے
ہم آپ کو بہترین نرخ اور اچھی خدمت کی ضمانت دیتے ہیں۔

NEXUS MONEY EXCHANGE

363- HIGH ROAD ILFOAD LONDON, IG1 1TF
Tel: 020 8478 2622 Fax:020 8553 5917
Contact: *AFTAB CHOUDHURY*

خطبہ جمعہ

حق اور انصاف پر قائم ہو جائو اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قرآن کریم میں جن اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ اقدار کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی ہے، ان میں سے ایک انصاف اور عدل ہے۔ جس پر عمل کرنا، جس پر قائم ہونا اور جس کو چلانا مومنوں پر فرض ہے

جب تقویٰ میں ترقی ہوگی تو پھر عدل کو قائم رکھنے کے لئے سچی گواہی دینے کی ہمت پیدا ہوگی اور توفیق ملے گی۔

حق وانصاف اور سچی گواہی کے بارہ میں قرآنی تعلیم کا حسین اور بے مثال بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۵/مارچ ۲۰۰۴ء بمطابق ۵/امان ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا۔ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا۔ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ (النساء:۱۳۶)

اس کا ترجمہ ہے اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلو تہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قرآن کریم میں جن اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ اقدار کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی ہے، ان میں سے ایک انصاف اور عدل ہے۔ جس پر عمل کرنا، جس پر قائم ہونا اور جس کو چلانا مومنوں پر فرض ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا کہ جو مرضی حالات ہو جائیں جیسے بھی حالات ہو جائیں تم نے انصاف اور امن کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ اور ہمیشہ سچ کا ساتھ دینا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانے میں ایک دفعہ عیسائیوں نے یہ اعتراض کیا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اور آیتوں کے علاوہ اس آیت کو بھی پیش فرمایا کہ اس کے بعد تم کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہوگا۔ نیز یہ بھی فرمایا انعام کا چیلنج دیا اور عیسائیوں کو للکارا کہ جس طرح سچ بولنے اور انصاف پر قائم رہنے کی تلقین قرآن کریم میں ہے، عیسائی اگر انجیل میں سے دکھا دیں تو ایک بڑی رقم آپؑ نے فرمایا میں انعام کے طور پر پیش کروں گا۔ لیکن کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ مقابلے میں آئے تو یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی اس نے توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہمیں قرآن کریم کی چھپی ہوئی حکمت کی باتوں اور براہین کا ہمیں ہتھیار دیا۔ لیکن یہ ہتھیار صرف غیروں کے منہ بند کرنے کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ ایک حسین تعلیم ہے اس کو ہم نے اپنے اوپر لاگو کرنا ہے، اگر اپنے گھر کی سطح پر، اپنے محلّہ کی سطح پر اپنے ماحول میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا یہ عدل کا نظام قائم نہ کیا تو ہمارے دنیا کی رہنمائی کے تمام دعوے کھوکھلے ہوں گے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ جو گواہی بھی دینی ہے۔ جس طرح انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا حکم ہے وہ صرف اس صورت میں پورے ہو سکتے ہیں کہ جب دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہو۔ جب یہ پتہ ہو کہ ایک خدا ہے جو میری ظاہری اور پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ جس کو میرے موجودہ فعل کی بھی خبر ہے اور جو میں نے آئندہ کرنا ہے اس کی بھی خبر رکھتا ہے۔ جب اس سوچ کے ساتھ اپنے معاملات طے کرنے کی کوشش کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ میں بھی ترقی ہوگی اور جب تقویٰ میں ترقی ہوگی تو پھر عدل کو قائم رکھنے کے لئے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا کہ اپنے یا اپنے والدین کے خلاف یا اپنے کسی دوسرے عزیز کے خلاف بھی کبھی گواہی دینے کی ضرورت پڑی تو گواہی دینے کی ہمت پیدا ہوگی اور توفیق ملے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ جب آپؑ نے اپنے والد کی طرف سے کئے گئے مقدمہ میں دوسرے کے حق میں گواہی دی آپؑ کے والد کے ساتھ مزارعین کا درختوں کا معاملہ تھا، زمین کا جھگڑا تھا، مزارعین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت دیانت، انصاف اور عدل کو دیکھتے ہوئے عدالت میں کہہ دیا کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد یہ گواہی دے دیں کہ ان درختوں پر ان کے والد کا حق ہے تو ہم حق چھوڑ دیں گے، مقدمہ واپس لے لیں گے۔ عدالت نے آپ کو بلایا، وکیل نے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی، آپؑ نے فرمایا کہ میں تو وہی کہوں گا جو حق ہے کیونکہ میں نے بہرحال عدل، انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ چنانچہ آپ کی بات سن کر عدالت نے ان مزارعین کے حق میں ڈگری دے دی اور اس فیصلے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح خوش خوش واپس آئے کہ لوگ سمجھے کہ آپؑ مقدمہ جیت کر واپس آ رہے ہیں۔ یہ ہے عملی نمونہ جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ہمیں اس معیار عدل کو قائم رکھنے کے لئے دکھایا۔ اور آپؑ نے اپنی جماعت سے بھی یہی توقع رکھی، یہی تعلیم دی کہ تم نے بھی یہی معیار قائم رکھنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ یہ نہ ہو کہ ایسی بات کر جاؤ جس کے کئی مطلب ہوں اور ایسی گول مول بات ہو کہ شک کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حق میں فیصلہ کروالو۔ اگر اس طرح کیا تو یہ بھی عدل سے پرے ہٹنے والی بات ہوگی، عدل کے خلاف چلنے والی بات ہوگی اس لئے ہمیشہ قول سدید اختیار کرو، ہمیشہ ایسی سیدھی اور کھری بات کرو جس سے انصاف اور عدل کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہوں، پھر یہ عدل کے معیار اپنے گھر میں، اپنی بیوی بچوں کے ساتھ سلوک میں بھی قائم رکھو، روزمرہ کے معاملات میں بھی قائم رکھو، اپنے ملازمین سے کام لینے اور حقوق دینے میں بھی یہ معیار قائم رکھو، اپنے ہمسایوں سے سلوک میں بھی یہ معیار قائم رکھو، حتیٰ کہ دوسری جگہ فرمایا کہ دشمن کے ساتھ بھی عدل کے اعلیٰ معیار قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ جو تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے تمہارے دلوں کا حال جاننے والا ہے، تمہاری نیک نیتی کی وجہ سے تمہیں اعلیٰ انعامات سے بھی نوازے گا۔ تو دیکھیں

کتنی خوبصورت تعلیم ہے دنیا میں انصاف اور عدل اور امن قائم کرنے کی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ۔ اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو، جھوٹ مت بولو، اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے اور قریبیوں کو۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۵۳ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۲۷۴)

(یعنی بچوں، بیویوں اور رشتہ داروں کو نقصان پہنچے، تب بھی گواہی جھوٹی نہیں دینی)۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔ ﴿وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہے، اگرچہ اپنے تم کسی قریبی پر گواہی دو۔

یعنی انصاف قائم رکھنے کے لئے تم نے اپنا ذاتی مفاد نہیں دیکھنا۔ یا اپنے عزیزوں اور قریبیوں کا مفاد نہیں دیکھنا بلکہ حق اور سچ بات کہنی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مزید کھول کر فرمایا کہ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹) یعنی اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اب دیکھیں اس سے زیادہ عدل و انصاف قائم رکھنے کے کون سے معیار ہو سکتے ہیں کہ دشمن سے بھی تم نے بے انصافی نہیں کرنی۔ اگر تم دشمن سے بھی بے انصافی کرو گے اور عدل کے تقاضے پورے نہیں کرو گے اس کا مطلب ہے تمہارے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے۔ منہ سے تو کہہ رہے ہو کہ ہم اللہ کے بندے اور اس کا خوف رکھنے والے ہیں۔ لیکن عمل اس کے خلاف گواہی دے رہا ہے۔ اب بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی آپس میں بھی چپقلشیں ہو جاتی ہیں کجا یہ کہ دشمنوں سے بھی انصاف کا سلوک ہو تو کہاں بعض دفعہ یہ عمل ہوتا ہے اپنوں سے بھی چھوٹی موٹی لڑائیوں میں، چپقلشوں میں ناراضگیوں میں اپنے خاندان یا ماحول میں فوراً مقدمے بازی شروع ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ انتہائی تکلیف دہ صورت حال ہو جاتی ہے کہ معمولی سی باتوں پر تھانے کچہری کے چکر لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ مقدمے بازی شروع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کے خلاف بعض دفعہ جھوٹی گواہیاں بھی دے رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہیں رہتا، مکمل طور پر شیطان کے پنجے میں چلے جاتے ہیں اور اس کے باوجود کہ اپنا کیس مضبوط کرنے کے لئے پتہ بھی ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر بعض غلط باتیں بھی کر رہے ہیں، جھوٹ بھی بول رہے ہیں لیکن شیطان اتنی جرأت دلا دیتا ہے کہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ دیکھو ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہو رہا۔ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے اوپر خدا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم رحمٰن کے بندے بننا چاہتے ہو تو اپنے ذہنوں کو مکمل طور پر صاف کرو اور مقصد صرف اور صرف انصاف اور عدل قائم کرنا ہو۔ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس بات سے نہ روکے کہ تم انصاف اور عدل قائم نہ کرو۔ اس حکم کی عملی شکل ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فیصلے میں اس طرح نظر آتی ہے، روایت یہ ہے۔ حضرت مصلح موعود نے کوٹ (Quote) کیا ہے کہ ایک دفعہ کچھ صحابہؓ کو باہر خبر رسانی کے لئے بھجوایا گیا، کیونکہ جنگی حالات تھے مسلمانوں پر مشکلات تھیں، حالات پر نظر رکھنی ہوتی تھی۔ تو دشمن کے کچھ آدمی ان کو حرم کی حد میں مل گئے اور انہوں نے (یعنی مسلمانوں نے) سمجھا کہ اگر ہم نے ان کو زندہ چھوڑ دیا تو یہ مکہ والوں کو جا کر خبر کر دیں گے اور ہم مارے جائیں گے۔ اس سوچ کے ساتھ انہوں نے ان پہ حملہ کر دیا اور ان کفار میں سے ایک آدمی مارا بھی گیا۔ جب یہ خبریں دریافت کرنے والا قافلہ واپس مدینے پہنچا تو پیچھے پیچھے مکہ والوں کے بھی آدمی آ گئے کہ اس طرح یہ ہمارے دو آدمی مار کے آ گئے ہیں اور حرم کے اندر مارے ہیں تو جو لوگ پہلے حرم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرتے رہے، ان کو جواب تو یہ ملنا چاہئے تھا کہ تم بھی تو یہی کچھ کرتے رہے ہو لیکن آپؐ نے فوراً کیا کارروائی کی؟ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ اس خیال سے حرم میں چلے گئے ہوں کہ وہ محفوظ ہیں اور انہوں نے اپنے بچاؤ کی پوری کوشش نہ کی ہو، انہوں نے جنگ میں تھوڑی سی کمی دکھائی ہو، اس پر آپؐ نے ان دونوں کا خون بہا (جس کا عربوں میں دستور تھا) ان دو مقتولین کے ورثاء کے حوالے کیا۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۴۹۔۲۵۰)

حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں ﴿كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ کہ تمہاری گواہیاں اللہ تعالیٰ کے لئے عدل کے ساتھ ہوں پھر اس کی تشریح کہ ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ کسی کی دشمنی انصاف کے مانع نہ ہو۔ مثال دیتے ہیں مثلاً بعض غیر آریہ لوگ اس زمانے میں تھے تمہیں دفتروں سے نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اسلام کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ تم ان کے مقابلے میں بھی ایسی کوشش کرو، جہاں تمہیں اختیار ہو تم ان کے خلاف کارروائی کرو، نہیں ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا علاج یہ بتایا ہے کہ تم یہ یقین رکھو کہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا اور ان سے خبر رکھنے والا بھی کوئی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۱۵/اگست ۱۹۰۹ء بحوالہ حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۸۵)۔ اس طرح تم تقوے پہ قائم ہو جاؤ گے، تمہیں یقین ہوگا کہ تمہیں دیکھنے والا، تمہارے کاموں سے باخبر کوئی ہے تو پھر یہ اعلیٰ معیار عدل و انصاف کے قائم ہو سکیں گے۔

پھر بعض لوگوں کو عادت ہے کہ بعض کاروباری لوگ جو بعض دفعہ بہت ہوشیار چالاک بنتے ہیں کم تجربہ والے کو ساتھ ملا کر کاروبار کرتے ہیں۔ بعض بیچاروں کے پاس پیسہ تو آ جاتا ہے ایسے سیدھے ہوتے ہیں کہ جو ان چالاک اور ہوشیار آدمیوں کی باتوں میں آ جاتے ہیں اور ان سے کاروبار کا ایسا معاہدہ کر لیتے ہیں جو آخر کار سراسر نقصان پہ منتج ہوتا ہے۔ اور سارا سرمایہ بھی ان لوگوں کا ہوتا ہے اور کام کی ساری ذمہ واری بھی ان لوگوں کی ہوتی ہے۔ اور اس دوسرے شخص کو گھر بیٹھے صرف منافع مل رہا ہوتا ہے ایسے ہوشیار لوگوں کو بھی کچھ خوف خدا کرنا چاہئے کہ لوگوں کو اس طرح بیوقوف نہ بنایا کریں، اگر کوئی باتوں میں آ کے بیوقوف بن گیا ہے یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ہے جو دیکھ رہی ہے۔ اس کو تو خبر ہے تمہارے دل میں کیا ہے تو کبھی بھی ایسے تقویٰ سے عاری معاہدے نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ جب بھی تم نے ایسا معاہدہ کیا تو ایسا معاہدہ کرنے والا جس نے کسی ایسے شخص کا جس کو پوری طرح تجربہ نہیں ہے رقم دلوائی اور ضائع کروائی اس نے بہر حال عدل و انصاف کا خون کیا۔ اور بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کا یہ پیسہ بھی لوٹ لیتے ہیں اور اس کے بعد جب ان لوگوں کو سمجھایا جائے کہ یہ تم نے غلط کام کیا ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے ایسے معاہدے بھی نہیں ہونے چاہئیں تقویٰ کو مد نظر رکھ کر ایسے معاہدے کیا کرو تو جواب ان کا یہ ہوتا ہے کہ دیکھو جی! اس نے اپنی خوشی سے دستخط کئے تھے ہم نے کون سا اس پر پستول رکھ کر اس سے منوایا تھا۔ یہ بہت قابل شرم حرکت ہے، ایسے واقعات بھی سامنے آتے ہیں۔ لیکن جو دوسرے لوگ اس طرح کی بے وقوفی میں پیسہ ضائع کر رہے ہوتے ہیں ان کو بھی اپنا سرمایہ سوچ سمجھ کر لگانا چاہئے۔ مشورہ کر کے، دعا کر کے، سمجھ کے، کچھ فائدہ بھی ہوگا کہ نہیں بلا وجہ بیوقوف نہیں بن جانا چاہئے مومن کو کچھ تو فراست دکھانی چاہئے۔

بعض لوگ قرض لے لیتے ہیں اور واپسی کے وقت بہانے بنا رہے ہوتے ہیں۔ ان کو بھی خوف خدا کرنا چاہئے۔ ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرَد الاسلمی بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا ان کے ذمے چار درہم قرض تھا جس کی میعاد ختم ہوگئی، اس یہودی نے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اس شخص کے ذمے میرے چار درہم ہیں اور یہ مجھے ادا نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ سے کہا کہ اس یہودی کا حق دے دو، عبداللہ نے عرض کی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا اس کا حق اسے لوٹا دو، عبداللہ نے پھر وہی عذر کیا اور کہا کہ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ آپؐ ہمیں خیبر بھجوائیں گے اور مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دیں گے اور واپس آ کر میں اس کا قرض چکا دوں گا، آپؐ نے فرمایا ابھی اس کا حق ادا کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات تین دفعہ فرما دیتے تھے تو وہ قطعی فیصلہ سمجھا جاتا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ اسی وقت بازار گئے، انہوں نے ایک چادر بطور تہہ بند کے باندھ رکھی تھی۔ سر کا کپڑا اتار کر تہہ بند کی جگہ باندھ لیا اور چادر

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

چار درہم میں بیچ کر قرض ادا کر دیا۔ اتنے میں ایک بڑھیا وہاں سے گزری، کہنے لگی اے رسول اللہ کے صحابی یہ آپ کو کیا ہوا ہے، عبداللہ نے سارا قصہ ان کو سنایا اس نے اسی وقت جو اپنی چادر جوڑ رکھی تھی ان کو دے دی۔ اور یوں ان کا قرض بھی اتر گیا اور ان کی چادر بھی ان کو مل گئی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۲۲۔مطبوعہ بیروت)

اس صحابی کی دیکھیں قرض ادا کرنے کی حالت بھی نہیں تھی۔ اس کو بھی آنحضرت ﷺ نے کہا چاہے اپنے تن کے کپڑے بھی بیچ کر قرض ادا کرو قرض بہر حال ادا کرنا ہے۔ تبھی حق اور انصاف قائم ہو سکتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عدل کی حالت یہ ہے کہ جو متقی کی حالت نفس امارہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس حالت کی اصلاح کے لئے عدل کا حکم ہے، اس میں نفس کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً کسی کا قرضہ ادا کرنا ہے لیکن نفس اس میں یہی خواہش کرتا ہے کسی طرح سے اسے دبا لوں اور اتفاق سے اس کی میعاد بھی گزر جائے اس صورت میں نفس اور بھی دلیر اور بے باک ہوگا کہ اب تو قانونی طور پر بھی کوئی مؤاخذہ نہیں ہو سکتا، مگر یہ ٹھیک نہیں۔ عدل کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا دَین واجب ادا کیا جاوے، یعنی اس کا قرض واپس ادا کیا جائے اور کسی حیلے اور عذر سے اس کو دبایا نہ جائے، فرمایا مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ ان امور کی پرواہ نہیں کرتے اور ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنے قرضوں کے ادا کرنے میں بہت کم توجہ کرتے ہیں، یہ عدل کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی نماز نہ پڑھتے تھے یعنی جنازہ نہ پڑھتے تھے، پس تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہئے اور ہر قسم کی خیانت اور بے ایمانی سے دور بھاگنا چاہئے کیونکہ یہ امر الٰہی کے خلاف ہے۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۰۷۔مطبوعہ ربوہ)

ایک حدیث ہے، حضرت زہیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انصاف کرنے والے خدائے رحمٰن کے داہنے ہاتھ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ ہی داہنے شمار ہوں گے)۔ تو یہ لوگ اپنے فیصلے اور اپنے اہل وعیال میں اور جس کے بھی وہ نگران بنائے جاتے ہیں عدل کرتے ہیں۔ (مسلم کتاب الامارۃ)۔

یہاں میں اب گھر کی مثال لیتا ہوں، ہر شادی شدہ مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے، اس کا فرض ہے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھے، مرد قوام بنایا گیا ہے، گھر کے اخراجات پورے کرنا، بچوں کی تعلیم کا خیال رکھنا، ان کی تمام تعلیمی ضروریات اور اخراجات پورے کرنا، یہ سب مرد کی ذمہ داری ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جماعت میں بھی بعض مرد ایسے ہیں جو گھر کے اخراجات مہیا کرنے تو ایک طرف، الٹا بیویوں سے اپنے لئے مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے خرچ پورے کرو، حالانکہ بیوی کی کمائی پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر بیوی بعض اخراجات پورے کر دیتی ہے تو یہ اس کا مردوں پر احسان ہے۔ تو مردوں کو اس حدیث کے مطابق ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے حصہ پانا ہے، اللہ تعالیٰ کے نور کے حقدار بننا ہے تو انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہوں گی۔ بچوں کی تربیت کا حق ادا کرنا ہوگا، ان میں دلچسپی لینی ہوگی، ان کو معاشرے کا ایک قابل قدر حصہ بنانا ہوگا۔ اگر نہیں تو پھر ظلم کر رہے ہوں گے۔ انصاف والی تو کوئی چیز تمہارے اندر نہیں۔

بعض لوگ یہاں انگلستان، جرمنی اور یورپ کے بعض ملکوں میں بیٹھے ہوتے ہیں، معاشرے میں، دوستوں میں بلکہ جماعت کے عہدیداروں کی نظر میں بھی بظاہر بڑے مخلص اور نیک بنے ہوتے ہیں۔ لیکن بیوی بچوں کو پاکستان میں چھوڑا ہوا ہے اور علم ہی نہیں کہ ان بیچاروں کا کس طرح گزارا ہو رہا ہے، یا بعض لوگوں نے یہاں بھی اپنی فیملیوں کو چھوڑا ہوا ہے۔ کچھ علم نہیں ہے کہ وہ فیملیاں کس طرح گزارا کر رہی ہیں۔ جب پوچھو تو کہہ دیتے ہیں کہ بیوی زبان دراز تھی یا فلاں برائی تھی اور فلاں برائی تھی تو اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ایسے لوگوں کی بات ٹھیک ہے۔ تو پھر انصاف اور عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک وہ تمہاری طرف منسوب ہے اس کی ضروریات پوری کرنا تمہارا کام ہے۔ بچوں کی ضروریات تو ہر صورت میں مرد کا ہی کام ہے کہ پوری کرے۔ بیوی کو سزا دے رہے ہو تو بچوں کو کس چیز کی سزا ہے کہ وہ بھی در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ ایسے مردوں کو خوف خدا کرنا چاہئے۔ احمدی ہونے کے بعد یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اور نہ ہی نظام جماعت کے علم میں آنے کے بعد ایسی حرکتیں قابل برداشت ہو سکتی ہیں یہ میں واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ ہمیں بہرحال اس تعلیم پر عمل کرنا ہوگا جو اسلام نے ہمیں دی اور اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نکھار کر وضاحت سے ہمارے سامنے پیش کی۔

ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا شخص وہ ہے جو ان میں سے سب سے بہتر اخلاق کا مالک ہے۔ اور تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرنے والے ہیں۔ (ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا)

پھر ایک اور روایت میں آتا ہے سلیمان بن عمرو بن احوص اپنے والد عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ایک لمبی روایت کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا تھا اس میں کچھ حصہ جو عورتوں سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ: ''سنو! تمہارا تمہاری بیوی پر ایک حق ہے، اسی طرح تمہاری بیوی کا بھی تم پر ایک حق ہے تمہارا حق تمہاری بیویوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان لوگوں کو نہ بٹھائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور نہ وہ ان لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور تمہاری بیویوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان سے ان کے کھانے کے معاملے میں اور ان کے لباس کے معاملے میں احسان کا معاملہ کرو''۔ (ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا)

اس روایت میں یہ بیان ہوا ہے کہ گھر کے ماحول کو انصاف اور عدل کے مطابق چلانا ہے تو میاں اور بیوی دونوں کو ایک دوسرے کا خیال رکھنا ہوگا ان کے حقوق کی حفاظت کرنی ہوگی، عورتوں کو کس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان کے گھروں میں آنے والیاں عورتوں کی سہیلیاں ہی ہوتی ہیں ایسی نہ ہوں جن کو خاوند گھروں میں آنا پسند نہیں کرتے اور اپنی دوستیاں بھی ان سے ناجائز یا جائز نہ بنائیں، اگر خاوند پسند نہیں کرتا کہ گھروں میں یہ لوگ آئیں تو نہ آئیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض گھروں کے معاملے میں خاوند کو علم ہو اس کی وجہ سے وہ پسند نہ کرتا ہو کہ ایسے لوگ گھروں میں آئیں۔ یہ باتیں ایسی ہی ہیں کہ خاوند کی خوشی اور رضامندی کی خاطر عورتوں کو برا ماننا بھی نہیں چاہئے اور جو خاوند کہتے ہیں مان لینا چاہئے۔ اس حدیث میں دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ خاوندوں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اہل وعیال کا جو حق ہے وہ ادا کریں، گھر کے اخراجات اور ان کے لباس وغیرہ کا خیال رکھیں۔ اس کی وضاحت تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام (مردوں کے لئے) فرماتے ہیں: دل دکھانا بڑا گناہ ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بہت نازک ہوتے ہیں جب والدین ان کو اپنے سے جدا اور دوسرے کے حوالے کرتے ہیں تو خیال کرو کہ کیا امیدیں ان کے دلوں میں ہوتی ہیں اور جن کا اندازہ انسان ﴿عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ کے حکم سے ہی کر سکتا ہے۔ (البدر جلد ۳ صفحہ ۲۶۔ ۸/جولائی ۱۹۰۴ء بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)

پھر اولاد سے بھی بعض لوگ بے انصافی کر جاتے ہیں۔ بعض کو بے جا لاڈ سے بگاڑ دیتے ہیں اور بعض پر ضرورت سے زیادہ سختی کر کے بگاڑ دیتے ہیں تو پھر ایسے بچے بڑے ہو کر بعض دفعہ اپنے باپوں سے ہی نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو دور کرنے کے لئے اور انصاف قائم کرنے کے لئے بڑی باریکی سے خیال رکھتے ہوئے ہمیں تعلیم دی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں ان کے ابا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا میں نے اس بچے کو ایک غلام تحفہ دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا تحفہ دیا ہے۔ میرے ابا نے عرض کیا نہیں حضور، آپؐ نے فرمایا یہ تحفہ واپس لے لو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد سے انصاف اور مساوات کا سلوک کرو۔ اس پر میرے والد نے وہ تحفہ واپس لے لیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا مجھے اس ہبہ کا گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم کا گواہ نہیں بن سکتا۔

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

(بخاری کتاب الھبہ باب الھبہ للولد واذا اعطی بعض ولدہ شیئا)

پھر نظام جماعت ہے۔ جماعت میں بھی بعض معاملات میں عہدیداران کو فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ ان کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ انصاف کے تمام تقاضے پورے ہوں۔ پھر قضاء کا نظام ہے۔ ان کے پاس فیصلے کے لئے معاملات آتے ہیں۔ ان کو بھی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھنا چاہئے کہ تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے دعا کرکے، گہرائی میں جاکر، ہر چیز کو غور سے دیکھ کر پھر فیصلہ کریں تاکہ کبھی کسی کو شکوہ نہ ہو کہ عدل و انصاف کے فیصلے نہیں ہوتے۔ بعض دفعہ قضا میں صلح وصفائی کی کوشش کے لئے معاملہ لمبا ہو جاتا ہے جس سے کسی فریق کو یہ شکوہ پیدا ہو جاتا ہے کہ قضا فیصلے نہیں کر رہی۔ ان فریقین کو بھی صبر اور حوصلے سے کام لینا چاہئے۔ بہرحال عہدیداران اور قضا کو انصاف کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے فیصلے کرنا چاہئیں۔

ایک روایت میں آتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن تک کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے ہر عضو کے لئے صدقے دینا چاہئے۔ اور جو شخص لوگوں میں عدل سے فیصلے کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔

(بخاری کتاب الصلح باب فضل الاصلاح بین الناس والعدل بینھم)

یعنی جن لوگوں کو اس کام پر مقرر کیا گیا ہے جو فیصلے کریں اگر وہ عدل و انصاف کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کریں گے تو یہ بھی ان کی طرف سے ایک صدقہ ہے تو جہاں یہ دل کی تسلی کی بات ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا وہاں فکر انگیز بھی ہے، فکر ڈالنے والی بات بھی ہے کہ کہیں غلط فیصلوں کی سزا نہ ہو جائے کہیں پوچھ گچھ نہ ہو جائے۔

ایک اور روایت ہے عبداللہ بن موہب روایت کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر بھیجتے ہوئے کہا، جاؤ لوگوں میں ان کے معاملات کے فیصلے کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ مجھے اس ذمہ داری کو اٹھانے سے معاف نہیں رکھ سکتے اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا تم قضا کے عہدے کو ناپسند کیوں کرتے ہو جبکہ آپ کے والد فیصلے کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضَا بِالْعَدْلِ یعنی جو قضا کے عہدے پر فائز ہو۔ اسے چاہئے عدل کے ساتھ فیصلے کرے اور مناسب یہ ہے کہ اس عہدے سے اس طرح نکلے کہ اس پر کوئی الزام نہ ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سننے کے بعد میں اس عہدے کی خواہش نہیں رکھتا۔

(ترمذی کتاب الاحکام باب ما جاء عن رسول اللہ ﷺ فی القاضی)

ان کو اللہ کا خوف تھا کہیں ایسا فیصلہ نہ ہو جائے کہ جس پہ الزام ہو۔ پھر ایک روایت ہے۔ حسن روایت کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد، معقل بن یسار کی مرض الموت میں ان کی عیادت کو گئے انہوں نے کہا میں تمہیں ایسی حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ابھی زندہ رہوں گا تو میں یہ حدیث تمہیں نہ سناتا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کوئی بندہ جس کے سپرد اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی دیکھ بھال فرض کی ہو اگر وہ اس حال میں مرتا ہے کہ اس نے اپنی رعیت کی نگہبانی کرنے میں عدل سے کام نہ لیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردے گا۔ (سنن الدارمی کتاب الرقائق باب فی العدل بین الرعیۃ)

تو اس زمانے میں ہم احمدیوں پر عدل اور انصاف کو قائم رکھنے کی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ ہم اس بات کے دعوے دار ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام کو پہچانا اور اس کی بیعت میں شامل ہوئے۔ وہ امام جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم اور عدل کہا ہے جہاں وہ امام ان خصوصیات کا حامل ہوگا وہاں اس کے ماننے والوں سے بھی یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ عدل کے اعلیٰ معیار قائم کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن مریم حکم اور عدل بن کر ضرور نازل ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۹۴۔ بیروت)۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کی پیشگوئی ہے۔

پھر ایک روایت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی ہوگا تو اللہ تعالیٰ ضرور میرے اہل بیت سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ پہلے ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ (ابوداؤد کتاب الفتن اول کتاب المھدی)

یعنی امام مہدی کا آنا بہرحال ضروری ہے اور قیامت سے پہلے اس نے آنا ہے چاہے قیامت کو ایک دن بھی رہ جائے تو وہ مبعوث ہوگا اس کے بعد یہ سب کچھ ہوگا۔ ہم لوگ خوش قسمت ہیں جنہوں نے امام مہدی کو دیکھا، پہچانا اور اس کی جماعت میں شامل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کو پورے ہوتے دیکھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اب دور مسیح موعود آگیا ہے۔ اب بہرحال خدا تعالیٰ آسمان سے ایسے اسباب پیدا کردے گا جیسا کہ زمین ظلم اور ناحق خونریزی سے پُر تھی اب عدل، امن اور صلح کاری سے پُر ہو جائے گی اور مبارک وہ امیر اور بادشاہ ہیں جو اس سے کچھ حصہ لیں۔ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹)

پھر آپؑ فرماتے ہیں خدا کا تمہیں یہ حکم ہے کہ تم اس سے اور اس کی خلقت سے عدل کا معاملہ کرو۔ یعنی حق اللہ اور حق العباد بجالاؤ اور اگر اس سے بڑھ کر ہو سکے تو نہ صرف عدل بلکہ احسان کرو یعنی فرائض سے زیادہ اور ایسے اخلاق سے خدا کی بندگی کرو گویا تم اس کو دیکھتے ہو اور حقوق سے زیادہ لوگوں کے ساتھ مروت اور سلوک کرو اور اگر اس سے بڑھ کر ہو سکے تو ایسے بے علت اور بے غرض خدا کی عبادت اور خلق اللہ کی خدمت بجالاؤ کہ جیسے کوئی قرابت کے جوش سے کرتا ہے۔ (شحنۂ حق۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۳۶۱۔۳۶۲)

ایک اور جگہ فرمایا جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ کرتی ہے اس طرح کرو۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں غرض نوع انسان پر شفقت سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے مگر میں دیکھتا ہوں اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے جو لوگ غرباء کے ساتھ بہت اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے ان کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق اس دنیا میں امن، صلح اور عدل کی فضا پیدا کرنے والے ہوں، قائم کرنے والے ہوں اور اس لحاظ سے اپنی نسلوں کی تربیت کرنے والے بھی ہوں کیونکہ آئندہ دنیا کے جو حالات ہونے ہیں اس میں احمدی کا کردار ایک بہت اہم کردار ہوگا جو اس کو ادا کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔

مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ سے رابطہ کریں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613

e-mail: nayaab@web.de

Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

M. S. DOUBLE GLAZING LTD

Supplier & Installers

UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries

For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar

Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

ضرورت زمانہ

(سہیل احمد ثاقب بسرا۔ ربوہ)

مولانا ابو الکلام آزاد (۱۸۸۸ء تا ۱۹۵۸ء) برصغیر پاک و ہند کے مشہور و معروف عالم دین، انشاء پرداز، سیاستدان اور صحافی گزرے ہیں۔ آپ کی متعدد علمی تصانیف میں سے ایک کتاب بعنوان 'تذکرہ' ہے۔ اس میں آپ نے اسلام کی زبوں حالی، علماء سوء کا کردار، اور ایک مصلح کی ضرورت کا بڑی شدّت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

''شاید کوئی مرد کار اور صاحب عزم وقت کی پکار پر لبیک کہے اور زمانے کی طلب و جستجو کا سراغ بنے۔ آج اگر کام ہے تو یہی کام ہے اور ڈھونڈھ ہے تو صرف اس کی۔ ﴿وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ﴾۔''

(تذکرہ، صفحہ ۲۶۴، طبع دوم، کتابی دنیا لاہور)

آج سے چودہ سو سال قبل ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ نے آخری زمانہ کی علامات بتاتے ہوئے، بڑی وضاحت سے علماء سوء کی پستیٔ کردار کا ذکر کیا ہے اور یہ وہ وقت ہوگا جب امّت محمدیہ کو ایک ہادی اور مصلح کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ چودھویں صدی میں زمانہ کی پکار پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے مہدی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی صداقت میں جو دلائل پیش فرمائے ان میں سے ضرورت زمانہ کی دلیل کو نمایاں طور پر پیش فرمایا۔

زیر نظر چند اقتباسات حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہیں جن میں چودھویں صدی کے علماء سوء کی بدکرداری کا مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب 'تذکرہ' میں ذکر کیا ہے۔

ہر دور کی بربادیاں

'افسوس! ہر عہد اور ہر دور میں جس قدر بربادیاں ہوئیں، علماء سوء ہی کے ہاتھوں ہوئیں وقت اور زمانے کی شکایت بے سود ہے۔'

(تذکرہ، صفحہ ۳۹ طبع دوم، کتابی دنیا، لاہور)

یَھُوْد ھٰذِہِ الْاُمَّۃ

''غور کرو کہ ہر زمانے میں علماء دنیا کی نفس پرستی اور حق فراموشی کس طرح دنیا کے لئے ایک لعنت رہی ہے۔ اور حیات چندروزہ دنیوی کے عشق وتعبد نے اس طائفہ عبید الدنیا سے کس کس طرح کتمان حق کرایا ہے؟ کیا نوع انسانی کی کوئی بدتر سے بدتر اور گمراہ سے گمراہ قسم بھی اس سے زیادہ دنیا کو نقصان پہنچا سکتی ہے؟ اور کیا جنگل کا کوئی ڈاکو اور کمین گاہوں کا کوئی راہزن اس سے زیادہ جمعیت بشری کے لئے مخدوش ومہلک ہو سکتا ہے؟ اگر علماء کے خصائل کا یہ حال ہے تو اس کے بعد عامہ ناس کے لئے فسق وعدوان کا کونسا درجہ باقی رہ گیا؟ یہی وہ کتمان حق یعنی حق کو دانستہ چھپانے کی لعنت ہے جو علماء پر چھا گئی تھی اور منجملہ اسباب مغضوبیت یہود ہوئی۔ ﴿وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَق وَ ھُمْ یَعْلَمُوْن﴾ اور افسوس کہ یہی حال شبرًا بِشِبْرٍ اور ذراعًا بذراعٍ اس امت کے علماء سوء کا بھی ہوا۔ وَھُمْ یَھُوْد ھٰذِہِ الْاُمَّۃ۔ ان کو بہرحال اپنی گنبد دستار کی تعمیر کے لئے اینٹیں چاہئیں اگرچہ خانہ شرع کی دیواریں توڑ کر بہم پہنچائی جائیں۔

(ایضاً۔ صفحہ ۷۷)

اختلافیہ عقائد

مسلمانوں کی ریڑھ کی ہڈی میں

آج یہ حال ہے کہ اسلام و ایمان کا سارا دارومدار محض چند جزئیات اختلافیہ عقائد کی محافظت پر آ کر ٹھہر گیا ہے اور صرف انہی کے غرور و پندار میں ہر شخص مست رہتا ہے۔ عمل کی درستگی اور تقویٰ وطہارت کی اہمیت وتقدیم یک قلم فراموش کر دی گئی ہے اور قریب ہے کہ اسلام کے ارکان وشرائط سے عمل صالح کا رکن اس طرح معدوم ہو جائے گویا وہ کوئی ضروری چیز تھا ہی نہیں۔ ساری جستجو اور کاوش صرف اس کی ہوتی ہے کہ فلاں شخص کے عقائد کیسے ہیں؟ یعنی چند مزعومہ جزئیات غیر متعلقہ میں اس کے عقیدہ کا کیا حال ہے؟ اس کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اس کا عمل کیسا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں انفاق جان و مال کا کیا حال ہے؟ تقویٰ وطہارت نفس کے لحاظ سے کیسی زندگی بسر کرتا ہے؟ بندوں کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے اور خدا کے خوف سے دل خالی رکھتا ہے یا بھرپور؟ معاملات میں کیا حال ہے؟ لین دین میں سچائی اور دیانت ہے یا نہیں؟ ایک شفیق باپ، رفیق بھائی، وفادار شوہر، رحیم وغمگسار ہمسایہ، یا ایک بے رحم وجود، بے حس پتھر اور موذی م مہلک مخلوق؟ ان ساری باتوں میں (جن کے الگ کر دینے کے بعد اسلام میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی) اس کا حال خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر چند اختلافی جزئیات میں ہمارا ہم آہنگ ہے تو پھر ہمارے نزدیک اس سے افضل ہستی روئے زمین پر کوئی نہیں! یہی گمراہی یہود کی تھی کہ صرف اسرائیلیت کے غرور میں بدمست رہتے تھے۔ ﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلاَّ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ﴾ یہ غرور عقائد کا فتنہ بہت ہی بڑا فتنہ ہے اور آج مسلمانوں کی ریڑھ کی ہڈی اسی سے گھلی جا رہی ہے۔ ﴿وَلٰکِن اَکْثَرَ النَّاسُ لَایَعْلَمُوْنَ﴾۔ (ایضاً صفحہ ۷۲)

علماء نے اوامر ونواہی کو

احکام شریعت سے خارج کر دیا ہے

آج امت کا ایک فاسق سے فاسق گروہ بھی شاید کبھی سچائی کی خاطر کچھ نقصان جان و مال اٹھا لے اور اس کو اپنے گناہوں کا کفّارہ سمجھے، لیکن مدعیان علم و مشیخت اور زہد فروشاں سجادۂ طریقت سے اتنی بھی امید نہیں، علماء وقت نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مرض کو عملاً شریعت کے احکام وواجبات سے خارج کر دیا ہے اور یا تو اب یہ لفظ قرآن کی سورتوں میں کبھی نظر آ جاتا ہے یا صحائف سنّت کے ابواب و اوراق میں۔ حق کی بے کسی ومظلومی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جنگل میں بھیڑوں اور بکریوں کے لئے چرواہا نظر آ جاتا ہے لیکن حق کے لئے کوئی غمگسار و مددگار نہیں۔

کان لم یکن بین الجحون الی الصفا

انیس، ولم یسمر بمکۃ سامر

شاید تم کو اس جملہ پر تعجب ہو کہ علماء وقت نے امر بالمعروف کے فرض کو فرائض شریعت سے خارج کر دیا ہے، لیکن جو حالت ہو رہی ہے اس کے لحاظ سے تو یہ جملہ بھی کافی نہ تھا۔ اگر ایک شخص اپنا عقیدہ یہ ظاہر کرے کہ نماز فرض ہے اور ہر وقت شرح وقایہ کی کتاب الصلوٰۃ اپنی بغل میں بھی رکھے، لیکن عملاً نماز کبھی نہ پڑھے اور ترک صلوٰۃ کے لئے طرح طرح کے ایسے حیلے اور عذرات پیش کر دیا کرے جو کبھی اور کسی حال میں دور نہیں ہو سکتے، تو تم اس کی نسبت کیا کہو گے؟ اس کے لئے نماز ایک حکم شرعی واجب العمل رہا یا نہیں؟ یہی حال آج علماء عہد کا بھی ہو رہا ہے۔ اور امر بالمعروف اور قیام حق کے حکم سے اپنے آپ کو بری کرنے کے لئے بالقاء شیطانی طرح طرح کے حیل و مکائد بنا رکھے ہیں اور جب وقت آتا ہے تو انہی کی آڑ میں پناہ لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عملاً امر بالمعروف کا حکم ساقط و کالعدم ہو گیا۔ (ایضاً صفحہ ۷۸)

امت محمدیہ کے صدوقی اور فریسی

آنحضرت ﷺ نے امت محمدیہ کو بڑے واضح رنگ میں یہودیوں کی اتباع کرنے سے روکا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ کام نہ کرنا جو یہودیوں نے کیا تھا کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حیلوں بہانوں سے حلال کر لو۔ مگر افسوس کہ وہی ہوا جسکا اندیشہ تھا چنانچہ مولانا آزاد صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس امت میں بھی ایسے صدوقی اور فریسی پیدا ہو گئے جنہوں نے بحکم حذو النعل بالنعل ٹھیک ٹھیک ویسی ہی حیلہ بازیاں اور مکاریاں اسلام میں پیدا کر لیں۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْ فَوَیْلٌ لَّھُمْ وَلِاَ تْبَاعِھِمْ! حتیٰ کی یہ فساد عظیم اس درجہ پھیلا کہ اصحاب حیل کے نزدیک حلال وحرام کی تمیز بکلی اُٹھ گئی۔ محارم شرعیہ حلال ہو گئے۔ عقود فاسدہ کو جائز بنا لیا گیا، حدود شرعیہ ساقط کر دئے گئے۔ نور وظلمت، سیاہ وسفید، فسق وتقویٰ میں کوئی فرق باقی نہ رہا۔ احکام اوامر وعبادات و معاملات کی کوئی شاخ بھی اس مصیبت عظمیٰ سے نہ بچی، ہر حکم سے بچنے کے لئے حیلے، ہر قید شرعی سے نکل بھاگنے کے لئے بہانے، ہر امر ونہی کے سقوط وتعطیل کے لئے مکر وفریب، شریعت الٰہیہ کے کسی حکم کو بھی سچی تعمیل اور راستبازانہ وصالحانہ اطاعت کے لئے باقی نہ چھوڑا۔'' (ایضاً صفحہ ۸۸،۸۹)

علماء کی حیلہ سازی اور بہانہ جوئی

تم دیکھتے ہو کہ عموماً علماء دنیا اور فقہاء دولت کا گروہ تزکیہ نفس و اخلاق سے بالکل کورا ہوتا ہے اور اصلاح وتصفیہ باطن کی روح اس کی زندگی کی کسی شاخ میں نظر نہیں آتی۔ دنیا سازی وسخن پروری اور جدل و خلاف ومکر وریاء کو شریعت کا علم وعمل سمجھتے ہیں اور اپنی خشکی دماغ وعبوسیت طبع ویبوست فکر میں ٹھیک ٹھیک ان صدوقیوں اور فریسیوں کا نمونہ ہوتے ہیں۔ جن کا نقشہ حضرت مسیحؑ نے اپنے مواعظ میں کھینچا ہے اور جن کی نسبت وہ بار بار کہتے تھے کہ ''خمیر مایۂ فریسیان کی روٹی نہ کھاؤ''، تو اس کا اصلی سبب کیا ہے؟ یہی حیلہ سازی و بہانہ جوئی، ظاہر آرائی و باطن خرابی! اخلاق حسنہ اور سچی خدا پرستانہ زندگی کا سارا دارومدار صحیح نیت و باطن پر ہے۔ جب خود اعمال شریعت میں اس کی قید اٹھ گئی اور سمجھ لیا گیا کہ حیلوں بہانوں سے یہاں بھی کام نکل سکتا ہے تو اخلاق کہاں باقی رہا؟ زکوٰۃ کا اصل مقصد شارع تو یہ بتلائے کہ یُوْخَذ مِنْ اَغْنِیَآئِھِم وَ یُرَدّ اِلَی فُقَرَآئِھِمْ، جس سے معلوم ہوا کہ محض کوئی ظاہری رسم اور بات پوری کر دینا مطلوب نہیں ہے بلکہ اغنیاء سے فقراء کو مال دلانا اور ان کی حاجت روائی کرانی تا کہ قوم کا کوئی طبقہ محتاج نہ رہے۔ مگر یہ دین باز اسکا یہ مطلب بنا لیں کہ اگر صرف دکھلاوے کی بات پوری کر دی تو حکم زکوٰۃ ساقط ہو گیا۔ پھر ایسی حالت میں سچی خدا پرستی اور راست بازی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے؟ یہ لوگ بھی فی الحقیقت ملحد ہیں لیکن ان کا الحاد، الحاد اعتقادی نہیں ہے بلکہ عملی اور دنیا میں ہمیشہ الحاد فی العمل ہی زیادہ رہا ہے۔ اعتقادی ملحد تو ہمیشہ مثل شواذِ خلقت ونوادر انسانیت کے رہے اور رہیں گے کہ اصل فطرت انسانی تصدیق ہے نہ کہ انکار۔ بڑی مصیبت اس سے یہ پیدا ہوئی کہ عوام امت کا سارا معاملہ علماء کے ہاتھ میں تھا، جب خود ان کے عمل کا یہ حال ہوا تو پھر عوام کا کیا پوچھنا؟

اذا کان رب البیت بالطبل ضارباً

فلا تلم الا ولاد فیہ علی الرقص!

(ایضاً صفحہ ۱۰۱)

مسجد کے صحن میں غرّانا

سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے لیکن علماء دنیا پرست کبھی ایک جا اکھٹے نہیں ہو سکتے۔ کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر اُن کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے۔ یہی حال ان سگان دنیا کا ہے۔ ساری باتوں میں متفق ہو سکتے ہیں۔ لیکن دنیا کی ہڈی جہاں سڑ رہی ہو وہاں پہنچ کر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ ان کا سرمایہ ناز علم حق نہیں ہے۔ جو تفرقہ مٹاتا اور اتباع سبل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراط مستقیم پر چلاتا ہے بلکہ یکسر علم جدل وخلاف ہے۔ نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر دیتی اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز کرتی رہتی ہے۔ فساق وفجار خرابات میں بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی تندرستی کا جام صحت پیتے ہیں۔ اور چور اور ڈاکو مل جل کر رہزنی کرتے ہیں، مگر یہ گروہ خدا کی مسجد اور زہد وعبادت کے صومعہ وخانقاہ میں بیٹھ کر بھی متحد و یک دل نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیرتا پھاڑتا اور پنجہ مارتا رہتا ہے۔ میکدوں میں محبت کے ترانے اور پیار اور الفت کی باتیں سننے میں آ جاتی ہیں۔ مگر عین محراب مسجد کے نیچے پیشوائی وامامت کے لئے ان میں سے ہر ہاتھ دوسرے کی گردن پر بڑھتا اور خونخواری کی ہر آنکھ دوسرے بھائی کے خون پر لگی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے احبار یہود سے فرمایا تھا ''تم نے داؤد کے گھر کو ڈاکوؤں کا بھٹ بنا دیا ہے۔'' ڈاکوؤں کے بھٹ کا حال تو نہیں معلوم لیکن ہم نے مسجدوں کے صحن میں بھیڑیوں کو ایک دوسرے پر غراتے اور خون آشام دانت مارتے دیکھا ہے۔

(ایضاً صفحہ ۱۰۳،۱۰۴)

❁❁❁❁❁

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام
بطور سلطان القلم

(محمد سلطان ظفر ۔ ٹورانٹو کینیڈا)

”اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سُلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقارِعلی فرمایا“

یہ فرمان تذکرہ (مجموعہ الہامات وکشوف حضرت مسیح موعودعلیہ السلام) میں صفحہ ۴۰۸ پردرج ہے۔

مندرجہ بالافقرہ پڑھنے سے تین باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ سلطان القلم کا خطاب الہامی ہے، دوسری بات یہ کہ اسلام کی آئندہ ترقیات، تحریرات اور تصانیف کے ذریعہ ہوں گی۔ نیز اسلام پر کئے جانے والے تمام حملوں کا جواب جنگ وجدل کی بجائے لٹریچر سے دیا جائے گا۔ اور اسلام کی ترقی کے لئے افضل سعی یہ ہے کہ حق کے متلاشیوں کے لئے تحریر کے ذریعہ پیغام پھیلایا جائے۔

مذکورہ نکات کو گہرائی سے دیکھا جائے تو یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ آج دنیا کے حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں جہاں یہ باتیں بڑی شان سے پوری ہو رہی ہیں جس سے بذاتِ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ آپؑ اور آپؑ کے غلاموں نے تصانیف کے ذریعہ پوری دنیا میں اسلام کا پیغام پھیلا دیا ہے اور جب بھی اسلام کے خلاف کوئی حملہ ہوا، فی الفور اس کا جواب تحریر وتقریر کے ذریعہ دے دیا گیا۔ چونکہ یہی مستحسن راہ ہے لہذا اس وقت دنیا کے ہر ملک میں جماعت احمدیہ کو مخالفین اور حکومتیں نہ صرف پرامن جماعت سمجھتے ہیں بلکہ طریقہ استدلال کو بھی سب سے بہترین گردانتے ہیں۔ جس کی مثالیں یوکے، جرمنی اور کینیڈا کے سالانہ جلسوں پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام لفظ سلطان کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”سلطان عربی زبان میں اس دلیل کو کہتے ہیں جوایسی بین الظہور ہو جو بباعث اپنے نہایت درجہ کے روشن ہونے کے دِلوں پر اپنا تسلط کرلے۔ گویا سلطان کا لفظ تسلط سے لیا گیا ہے اور سلطان عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دِلوں پر قبضہ کرلے۔ اور طبائع سلیمہ پراُس کا تسلط تام ہوجائے۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد ۱۵ صفحہ ۵۰۵)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی تصنیفات

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنی تصانیف کا آغاز اس وقت کیا جب آپ کو اندازہ ہوا کہ صرف مضامین لکھ کر اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک مستقل سلسلۂ تصنیف ”براہین احمدیہ“ کا آغاز فرمایا۔ شروع میں اس عنوان سے پچاس کتب شائع کرنے پروگرام تھا مگر بوجوہ پانچ جلدیں شائع فرمائیں۔ اس کتاب کے پہلے دو حصے 1880ء میں شائع ہوئے جبکہ تیسرا، چوتھا اور پانچواں حصہ بالترتیب 1882، 1884 اور 1905 میں شائع ہوئے۔ (حیات طیبہ صفحہ 50،52)

ان کتب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنِ کریم اور حضرت رسولِ کریم ﷺ کی صداقت کے ایسے شاندار دلائل دیئے کہ اپنے پرائے دنگ رہ گئے۔ جہاں مخالفین کے حواس باختہ ہوئے وہیں عاشقان اسلام نے سکھ کا سانس لیا۔

اس شاندار آغاز کے بعد آپ کے قلم سے دلائل وبراہین کا وہ سمندر بہہ نکلا جس کے سامنے سب مخالفین خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے۔ عیسائی، آریہ، سکھ، اور عرب دان آپ کے مقابلہ میں آئے اور شکست وریخت کا شکار ہوئے۔ اور کیوں نہ ہوتے جبکہ آپ کی پشت پر خدائے ذوالجلال کا اپنا ہاتھ تھا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ، قرآنِ کریم اور رسول کریم ﷺ کی سچائی میں ایسے عظیم الشان دلائل دیئے جن کا توڑ ناممکن تھا لہذا آپ نے متعدد مواقع پر ان دلائل کو جھٹلانے والے کے لئے اپنی جائیداد اور ہزاروں روپے کے انعامات کا اعلان فرمایا مگر آج تک کسی مذہب، فرقے یا قوم کا کوئی فرد، باوجود کوشش کے، ایسا نہیں کرسکا اور نہ تا قیامت کرسکے گا۔ انشاءاللہ۔

حضرت مسیح موعود کی تصانیف کی تعداد 80 سے زائد ہے جبکہ لاتعداد مضامین اور اشتہار اس کے علاوہ ہیں۔ علاوہ ازیں بعض علماء ہندوعرب سے خط وکتابت بھی فرماتے رہے نیز آپ کے مناظرے بھی تحریری شکل میں موجود ہیں۔ ان تمام اصناف کو اگر پڑھا جائے تو ایک واضح نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان کا مصنف غیرت دینی اور تائید الٰہی رکھنے والا ہے۔ بے شمار خلقت صرف آپ کی کتابیں پڑھ کر حقیقی اسلام سے بہرہ مند ہوئی اور پیارے اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا تصانیف میں بطور سُلطان القلم عظیم الشان کردار

اگرچہ آپ کی تمام کتب پر تبصرہ کرنے کے لئے بذات خود کئی کتب کی ضروت ہے لیکن نفس مضمون کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ آپؑ کی چند کتب کے بارہ میں مختصر بتایا جائے۔

”ازالہ اوہام“ دوحصوں میں شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے وفاتِ مسیح اور اپنے دعویٰ کے بارہ میں پُرشوکت دلائل دیئے اور حیات مسیح کے نقصانات کو تفصیل سے بیان فرمایا۔

مختلف لوگوں کے اعتراضات وسوالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ نے 1892ء میں ایک کتاب ”آئینہ کمالاتِ اسلام“ جس کا دوسرا نام ”دافع الوساوس“ بھی ہے، لکھی۔ یہ کتاب فروری 1893 میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب بھی دلائل سے پر ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے دوران حضرت مسیح موعود کو دو مرتبہ رسول کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر فرمائی۔

(ضمیمہ کمالات اسلام ایڈیشن اول صفحہ 4)

1895ء میں ”ست بچن“ کی تصنیف ہوئی۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنے سفر ڈیرہ بابا نانک کی وجوہات اور گوروگرنتھ صاحب اور جنم ساکھیوں سے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی وضاحت فرمائی ہے۔

1895ء میں ہی کتاب ”آریہ دھرم“ شائع ہوئی جس میں کثرت ازدواج، طلاق اور آریوں کے مسئلہ نیوگ کوکھول کھول کر بیان فرمایا۔

1905ء میں حضرت مسیح موعود کو رؤیا اور الہامات کے ذریعہ مالک حقیقی سے ملاقات کا وقت قریب بتایا گیا تو آپ نے ”رسالہ الوصیت“ تحریرفرمایا جس میں آپؑ نے اپنے بعد نظام خلافت کی خوشخبری دی، نیز آپ نے بہشتی مقبرہ کے قیام کا اعلان فرمایا۔ نظامِ خلافت کے جو بابرکت پھل آج ہم کھا رہے ہیں اس کی نظیر دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اسی طرح روزنامہ الفضل ربوہ (7اگست 2003) کے مطابق اب نظام وصیت میں 35,500 کے قریب افراد شامل ہوچکے ہیں۔

19 جون 1897ء کو ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی کے موقع پر آپ نے ایک رسالہ ”تحفہ قیصریہ“ تحریر فرمایا۔ جس میں موجودہ مذہب عیسوی کو غلط اور اسلام کا صحیح مذہب ہونا ثابت کیا گیا۔ نیز ملکہ معظّمہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔

آپ کی تصانیف کا ذکر ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ کے ذکر کے بغیر ناممکن ہے۔ 26 تا 28 دسمبر 1896ء میں جلسہ مذاہب عالم منعقد ہوا جس میں آپؑ نے پانچ سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی تائید سے دلائل کے وہ انبار لگائے کہ آپ کا مضمون تمام مضمونوں سے بالا رہا۔ اس مضمون کو سنتے ہوئے سامعین پر ایک وجد طاری ہوگیا اور جلسہ کا ایک دن صرف اس مضمون کے لئے بڑھا دیا گیا۔ یہی مضون اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے شائع ہوا۔

خدائی نصرت

ایک اشتہار کے جواب میں آپ کے سخت معاند مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ جاہل اور علومِ الٰہیہ سے بے بہرہ قرار دیا تو آپ علیہ السلام نے باری تعالیٰ کے حضور دعا کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں آپ کو عربی زبان کے چالیس ہزار مادے سکھا دیئے۔ جس پر آپ نے عرب وعجم پر حجت قائم کرنے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال مولویوں کے کبر کو توڑنے کے لئے عربی زبان میں 24 کے قریب کتب تحریر فرمائیں۔ (ماخذ حیات طیبہ از حضرت شیخ عبدالقادرؒ، صفحہ 135)

اپنی تصانیف میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے قرآنِ کریم اور حضرت رسولِ کریم ﷺ کی صداقت کے نہایت قوی اور شاندار دلائل دیئے کہ بڑے بڑے عالم اور پادری مقابلہ سے بھاگ گئے وہاں ان تحریروں کے نتیجہ میں آپ کو اپنے غلاموں کی وہ عظیم الشان فوج بھی نصیب ہوئی جو رسول کریم ﷺ کے علاوہ کسی کا مقدر نہ بنی۔

”سُلطان القلم“ اور ”ذوالفقارِعلی“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار ’ذوالفقار‘ سے ہر موقع پر اسلام کا دفاع کیا اور ان کی فتوحات کا سلسلہ بھی انتہائی لمبا ہے۔ آپؓ کی تلوار کی کاٹ ہر دشمن کو چیر کر نکل گئی اور کوئی ایک بھی مثال ایسی نہیں کہ آپ کا دشمن آپ کے مقابلے میں فتح یاب ہوا ہو۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام لڑائیاں اسلام کے لئے لڑیں اور دشمن نے جب آپؓ کے منہہ پر تھوکا تو آپ نے اپنا انتقام نہ لیا بلکہ دشمن کو معاف فرما دیا۔

دور حاضر میں اللہ تعالیٰ نے تلوار کے جہاد کا التواء فرمایا تو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنے قلم کے ذریعہ اسلام کا ہر موقع پر دفاع کیا اور آپ کے قلم سے نکلے ہوئے دلائل دشمن پر تلوار کی طرح پڑے۔ آپ کے عزیز مرزا امام دین نے آپ کے راستے میں دیوار کھڑی کر کے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ لیکن اختیار ملنے پر آپؑ نے معاف فرما دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بوقت ضرورت دشمنوں کو للکارتے ہوئے فرمایا۔

”سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں۔ افلاطون بن جاویں۔ بیکن کا اوتار دھاریں۔ ارسطو کو نظر اور فکر لاویں۔ اپنے مصنوعی خداوں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں۔ پھر

باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS
& COMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, & Employment .

Contact:

Muzaffar Mansoor Solicitor & Expert Witness Asylum Cases,

Robyn Lynch, Martin Chambers - Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

(عبدالحق رامہ)

(مکرم میاں عبدالحق رامہ صاحب ایک لمبا عرصہ جماعت احمدیہ کراچی کے سیکرٹری مال کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔آپ کو مرکز میں بطور ناظر بیت المال خدمات بجالانے کی سعادت بھی حاصل ہوئی ۔ آپ نے بڑی محنت اور محبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم فارسی کلام پر تحقیق کی۔ اس میں سے ایک حصہ درج ذیل ہے۔)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روح پرور کلام

مختلف مضامین پر حضرت اقدس کے حسین اور روح پرور کلام کے نمونے پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کلام کی اہم خصوصیات کا ذکر کیا جائے سو گذارش ہے:۔

(۱)......آپ کے کلام میں عجیب کشش پائی جاتی ہے۔ جو قاری کو خدا، رسولؐ اور پاکیزگی کی طرف مائل کرتی ہے۔اس کا تجزیہ ممکن نہیں۔نہ اس کے ثبوت کے لئے کوئی دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں۔ویسے خاکسار کو یقین واثق ہے کہ جو شخص بھی اخلاص سے اس درثمین کا مطالعہ کرے گا وہ ضرور اس کشش کو محسوس کرے گا۔

(۲) آپ نے اپنے کلام کو اپنے مشن یعنی احیائے اسلام کی تبلیغ تک محدود رکھا۔کسی بادشاہ یا امیر کی مدح نہیں کی۔اگر کسی کو سراہا تو محض اس کی دینی خدمات کے لئے اور بس۔آپ خود فرماتے ہیں ؎

سخن نزدم مراں از شہر یارے
کہ ہستم بردرے امیّد وارے

(درثمین صفحہ ۲۴۲)

(۳)......دوسرے اساتذہ نے بے شک حمد اور نعت تو بیان کی ہیں۔لیکن قرآن کریم کی طرف بہت کم بزرگوں نے توجہ کی ہے۔اس کے بالمقابل حضرت اقدس نے بار بار بالتفصیل اس مقدس کتاب کی خوبیاں بیان فرمائیں اور ہمیشہ پُر اثر الفاظ میں اس صحیفہ ہدایت پر عمل کرنے کی ترغیب دلاتے رہے۔

(۴)...... نعت میں بھی دوسرے اساتذہ آنحضرت ﷺ کی بنیادی خوبی اور برتری (یعنی آپ کا ذات باری تعالیٰ سے والہانہ عشق اور آپ سے اللہ تعالیٰ کی محبت) کے ذکر کو عموماً نظر انداز کر گئے۔اس بارہ میں ان کے کلام میں کہیں کہیں اشارے تو ملتے ہیں لیکن بالاستیعاب اس اہم ترین خوبی کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔البتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں بھی اور منثور کلام میں بھی اس دوطرفہ محبت کا بار بار ذکر فرمایا ہے اور بڑے ہی لطیف پیرایوں میں فرمایا۔

(۵)...... دوسرے اساتذہ مطالب کی توضیح کے لئے اپنے کلام میں قصے کہانیاں لے آتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدسؑ نے حکایات کی بجائے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات کا التزام کیا۔اور اس ضمن میں اہم عقائد کی تشریح اور وضاحت فرمائی۔

(۶)......حضرت اقدسؑ نے اپنی لمبی نظموں کو کسی خاص مضمون تک محدود نہیں رکھا۔بلکہ احیائے اسلام کے لئے جن جن موضوعات پر روشنی ڈالنے کی ضرورت تھی۔انہیں قریباً ہر لمبی نظم میں جگہ دی۔مثلاً خدا، رسولؐ ،فرشتوں،الٰہی کتابوں اور آخرت پر ایمان۔خدا اور رسولؐ کی محبت ،قرآن مجید کی پیروی، مامورین الٰہی کی شناخت،انہیں قبول کرنے کی ضرورت ،اعمال صالحہ،اصلاح اخلاق ،تبلیغ ہدایت ، ہمدردی خلائق ،عرفان الٰہی کے حصول کے ذرائع۔ غرض آپ کی لمبی نظمیں قریباً ہر ضروری مضمون پر حاوی ہیں۔

(۷)......کہا جاتا ہے کہ شراب وشاہد کا ذکر کئے بغیر محبوب حقیقی کا بیان ممکن نہیں۔جیسا کہ غالب دہلوی نے بھی کہا ؎

ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

لیکن یہ ایک دھوکہ ہے۔اپنے نفسانی جذبات کے اظہار کو محبوب حقیقی کا ذکر قرار دینا ایک بہت بڑا فریب ہے۔یہی وجہ ہے کہ شعراء اور ان کے متبعین (الّا ماشاء اللہ) عموماً شراب وکباب اور دوسرے رذائل پر فریفتہ نظر آتے ہیں۔لیکن حضرت اقدس علیہ السلام نے اوّل تو ایسے الفاظ بہت کم استعمال کئے ہیں۔اور اگر کہیں آ بھی گئے ہیں تو وہاں صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ براہ راست محبوب حقیقی کے لئے ہیں۔ کسی مجازی معشوق کے پردہ کے اندر سے ہو کر ذات باری تعالیٰ تک نہیں پہنچتے۔

(۸)......ایک اور خصوصیت جو حضرت اقدس کی قادر کلامی پر شاہد ناطق ہے۔یہ ہے کہ جب کسی اہم امر کا بیان شروع کرتے ہیں۔تو اس کی تائید یا تردید یا وضاحت کے لئے دلیل پر دلیل لاتے چلے جاتے ہیں اور صوابدید میں کبھی بلفظ تشبیہ،کبھی بلفظ استعارہ،کبھی بلفظ مترادف اور کبھی بلفظ حقیقت اس کی تشریح فرماتے ہیں۔اسے علم بیان میں تصریف یا تعطیل کہتے ہیں۔

(۹)......حضرت اقدس اپنے بعض شعر مختلف نظموں میں کئی بار لائے۔کیونکہ آپ کا مقصد اپنی قابلیت کا اظہار نہیں تھا کہ ہر موقعہ پر نیا شعر لاتے۔ بلکہ غرض یہ تھی کہ دین مستقیم کی تائید اور توضیح کے لئے جو امور ضروری ہیں وہ سامع کے ذہن نشین ہو جائیں۔ لہٰذا اگر کوئی شعر کسی موضوع پر یہ غرض پوری کرتا تھا تو اُسے بار بار لانے میں آپ نے تامل نہیں کیا۔

(۱۰)......بہت سے مصنّفین نے مغربی فلسفہ کے زیر اثر اسلامی عقائد کو مشتبہ سمجھ کر ان کے متعلق معذرت کا وتیرہ اختیار کر لیا تھا۔اور ان عقائد کی دور از کار عجیب وغریب تاویلیں کرنے لگے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔کہ دعا کی قبولیت، فرشتوں ،جنّت دوزخ اور آخرت کے بھی منکر ہو گئے تھے۔حضرت اقدسؑ نے پورے وثوق اور جرأت کے ساتھ تمام اسلامی عقائد پر اپنے لازوال ایمان کا کھلا کھلا اظہار فرمایا اور موثر براہین اور دلائل سے تمام صحیح عقائد کی تبلیغ کی۔

(۱۱)......اسی طرح حضرت اقدس نے اس درّثمین میں وحی والہام کے امکان اور اس کی ضرورت کے بیان پر بہت زور دیا ہے۔کیونکہ اس زمانہ کی گراوٹ اور بے راہ روی کی ایک بڑی وجہ مکالمۂ الٰہی کے امکان کا انکار ہے۔اور یہ انکار نبوت کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کا لازمی نتیجہ ہے۔کیونکہ وحی والہام کا دروازہ بند ہوئے بغیر انبیاء اور مامورین الٰہی کی آمد کا دروازہ پوری طرح بند نہیں ہوتا۔لہٰذا اس زمانہ کے بعض متکلمین نے بزعم خود وحی والہام کے امکان کو ختم کر کے ازراہ تکبر اپنی عقلوں کو ہی قرآن و حدیث کے سمجھنے اور عرفان الٰہی حاصل کرنے کا کافی اور وافی ذریعہ قرار دے لیا ہے۔اور ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے چلے جا رہے ہیں۔

(۱۲)......اسی طرح حضرت اقدسؑ نے تصوف کے مشکل ترین مسائل نہایت زود فہم الفاظ میں بیان فرمائے جنہیں عام لوگ بھی بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔مثلاً ؎

توں بروں آز خود ،بقا اِین است
تو درُو محو شو،لقا اِین است

(درثمین صفحہ ۸۸)

آنکہ درعشقِ اَحد ، محو و فناست
ہرچہ زو آید زذات کبر یاست

(درثمین صفحہ ۱۳۶)

ان نظموں میں جن سے یہ دونوں شعر لئے گئے ہیں۔زیادہ تر مسائلِ تصوف کا ہی ذکر ہے۔

(۱۳)......خاکسار کے نزدیک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ دین اسلام کے ثمرات کے ثبوت کے طور پر حضرت اقدس نے اپنی ذات بابرکات کو پیش فرمایا۔کہنے کو تو سبھی اسلام کی برکات بیان کرتے ہیں۔ لیکن عملی ثبوت غائب۔آپ خود فرماتے ہیں ؎

سخن ز فقرِ بدُزدی ہمے توُاں گفتن
ولے علامت مردان رہِ، صفا باشد

پس اس زمانہ میں وہ راہ صفا پر گامزن ہونے والی ہستی آپ کے سوا اور کون ہو سکتی ہے، جو اسلام کی برکات کے حاصل ہونے کا زندہ ثبوت پیش کر سکے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں ؎

ایکہ گوئی گر دعا ہارا اثر بودے کجا است
سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب

(درثمین صفحہ ۱۹۸)

پھر فرمایا۔ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر زغلمان محمدؐ

(درثمین صفحہ ۱۹۳)

نیز فرمایا ؎

اے مزّور گربیائی سوے ما!
وزوفا رخت افگنی درکوئے ما
و زسر صدق و ثبات و غم خوری
روزگارے در حضور ما بری
عالمے بینی ز ربّانی نشاں !
سوئے رحماں خلق و عالم راکشاں

(درثمین صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲)

غرض ؎

گلے کہ روئے خزاں را گہے نخواہد دید
بباغ ماست اگر قسمتت رسا باشد

(درثمین صفحہ ۲۶۷)

(۱۴)......ایک اور خصوصیت جو حضرت اقدس کو شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔یہ ہے کہ اگر آپ کو کسی شاعر کا کوئی مضمون پسند آگیا۔تو پہلے تو آپ اسے قریب قریب اسی کے الفاظ میں اپنی کسی تقریر یا تحریر میں نقل کرتے ہیں۔پھر کبھی اس پر تضمین فرماتے ہیں۔یعنی اس کے ساتھ اپنے چند شعر ملا لیتے ہیں۔اور پھر بعض دفعہ اسی مفہوم کو اپنے الفاظ میں ایسے عمدہ طریق پر بیان فرماتے ہیں کہ وہ فصاحت وبلاغت میں اس پہلے شعر سے بدرجہا بڑھ جاتا ہے۔......ممکن ہے کوئی نادان اعتراض کرے کہ نعوذ باللہ حضرت اقدس نے کسی شاعر کا مضمون چرا لیا ہے۔ایسے شخص کو اس کوچہ کی کوئی خبر نہیں کیونکہ اہل فن کے نزدیک ایسا اخذ نہ صرف جائز ہے۔بلکہ بزرگ شعراء کے لئے ضروری ہے۔چنانچہ شعرو شاعری کے ایک بلند پایہ نقاد ابن رشیق کہتے ہیں:۔

”اگر کسی شخص کی شعر گوئی کا تمام دارومدار اخذ پر ہو تو اُسے شاعر مت سمجھو۔بلکہ وہ شخص عاجز اور کوڑ مغز ہے اور اگر ایک شخص اس پہلو کو بالکل ہی چھوڑے ہوئے ہے۔اور پہلے نامی شعراء کے کلام سے کہیں کچھ بھی اخذ نہیں کرتا تو وہ فن شعر سے بالکل بے خبر اور جاہل ہے۔“

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

BELA BOUTIQUE

ہر موسم اور موقع کے لئے زنانہ ملبوسات ، فینسی سینڈلز ،
مردانہ سوٹ ، اچکن ، پرنس سوٹ اور کھلا کپڑا
اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اور مرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail-BELAboutique@aol.com

بقیہ: حضرت اکملؓ کی روح پرور داستان
از صفحہ نمبر ۴

اس میں ایک شعر تھا۔

اپنے اکمل کو بلا لیجئے جلد حضرت
دیکھنا چاہتا ہے وہ بھی مکان لاہور

یہ نظم کسی نے سنا دی۔ حضور اس وقت شالامار میں جلوس فرما تھے۔ ارشاد ہوا بلا لو۔ حضرت مفتی صاحبؓ نے مجھے تار دیا اور مَیں وہاں پہنچا۔ وہیں بدر کا ڈیکلیریشن دے دیا اور اخبار وہیں سے نکلنے لگا۔ ان دنوں ایسی پابندیاں نہیں تھیں۔ وفات سے پہلے روز عصر کے وقت حضور باہر تشریف لائے۔ ہمارا رشید احمد ارشد (جو یہیں قادیان میں ہے) گولیکی سے پہنچا۔ مَیں نے پیش کیا، بیعت کروائی۔ اور عرض کیا کہ اس کی والدہ کی خواہش ہے کہ حضور اس یتیم پر دست شفقت پھیریں۔ آپ نے پیٹھ پر تھپکی دی۔

سحری کے وقت خبر ملی کہ حضور کی طبیعت علیل ہے۔ دعائیں کی جائیں۔ پھر خبر آئی کہ سخت بیمار ہیں۔ سنتے ہی چھکے چھوٹ گئے۔ صبح حضرت مفتی صاحب نے مجھے اخبار بدر چھپوانے کے لئے پنجاب سماچار کے دفتر میں بھجوایا۔ جب مَیں واپس آیا تو احباب میں ایک خاص قسم کی گھبراہٹ دیکھی مگر کوئی کچھ بتاتا نہیں تھا۔ آنکھیں پرنم تھیں۔ اور ہونٹ خشک۔ حضرت مفتی صاحب نمودار ہوئے۔ مَیں نے حال پوچھا۔ مجھے بازو سے پکڑ کر اس کمرے میں لے گئے جہاں پلنگ پر حضور استراحت جاوید فرما چکے تھے۔ آپ کا تہ بند نصف سینہ تک پڑا تھا۔ چہرہ مبارک پر دوسری چادر تھی۔ میں بھرا گیا اور جھٹ جھک کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد سکتہ کا عالم ہوگیا۔

ہاں مَیں نے محسوس کیا کہ مفتی صاحب نے مجھے کمرے سے باہر لا کر نیچے پہنچا دیا۔ مَیں اپنے کمرے میں آگیا اور بچوں کی طرح دہاڑیں مار مار کر رویا۔ آدھ گھنٹہ کے بعد طبیعت صاف ہوئی اور مَیں نے عواقب الامر کو سوچا۔ دشمنوں کے تمام حملے، حضور کی پیشگوئیاں، سب باتیں میرے سامنے آئیں۔ اور آخر مجھ پر ایک سکینت کا نزول ہوا۔ اور مَیں نے دیکھا کہ یہ بات میخ آہنی کی طرح میرے سینے میں گڑی ہوئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے سچے ماموروں مرسل اور وہی مسیح موعود مہدی معہود ہیں جس کے آنے کا وعدہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ذریعہ اہل جہاں کو دیا گیا۔ میری نجات اسی آستانۂ قدسی پر سربسجود رہنے میں ہے اور میری زندگی یہی ہے کہ میری موت حضور کے سلسلہ کی خدمت میں ہو۔ باہر نکلا تو ایک سوانگ دیکھا۔ جو موچی دروازہ کے گنڈے بعض علماء سوء کی سرکردگی میں نکال کر لائے۔ تھوڑی دیر بعد پولیس کا پہرہ ہوگیا۔ تجہیز و تکفین ہوئی۔ وہاں جنازہ پڑھا گیا اور جنازہ سٹیشن کی طرف روانہ ہوا۔ اور تو سب شور ہی مچا رہے تھے مگر دو شخصوں کی شرافت مجھے اب تک یاد ہے۔ غالباً ہندو بابو تھے جو نہایت ادب سے رستہ کے ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ سٹیشن پر پہنچے تو عجب خلفشار کا عالم تھا۔ مَیں گاڑی سے رہ گیا۔ مگر امرتسر پھر جا ملا۔ رات بٹالہ گزری اور صبح قادیان پہنچے۔ یہاں حضور کا جنازہ اس مکان میں رکھا گیا جہاں آج کل چودھری فتح محمد صاحب رہتے ہیں۔ وہاں آخری زیارت ہوئی۔ مَیں کھڑا ہوگیا اور آنکھوں سے کہا کہ اے میری آنکھو! اس رخ پرنور کو اچھی طرح دیکھ لو۔ دنیا نے ۱۳۰۰ برس تک نبی کی شکل نہ دیکھی تھی۔ تم کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی۔ اب یہ شکل اب تمہارے سامنے سے اوجھل ہوتی ہے۔

دیکھ لو آج پھر نہ دیکھو گے
احمدؑ آخر زمان کی صورت

وہ وقت، وہ لمحہ گزر گیا مگر تصویر میری آنکھ میں تصور میرے دماغ میں یاد میرے دل میں اور نام زبان پر ہے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

(اکمل، قادیان)

(ہفت روزہ ’الحکم‘ قادیان دارالامان ۲۱/تا ۲۸/مئی ۱۹۲۴ء صفحہ ۶ تا ۹)

زمانے کا امام آیا

(یہ نظم یوم مسیح موعودؑ (۲۳/مارچ) کے لئے خاص طور پر لکھی گئی)

محمدؐ کا غلام آیا زمانے کا امام آیا
امام آیا وہ جس کے نام آقا کا سلام آیا
گواہی آسماں پر جس کی دی ہے چاند سورج نے
زمیں پر جس کا شاہد بن کے خود ماہِ تمام آیا
یہی مہدی یہی عیسیٰ یہی گوپال و گوتم ہے
ہر اک ملت کا یہ موعود لے کر سارے نام آیا
ہے سب ناموں سے اونچا نام اللہ اور محمدؐ کا
اور ان کے بعد احمد بن کے جو ماہ تمام آیا
جری اللہ آیا فتح و نصرت نے قدم چومے
بشان وشوکت وعزت بتزک واحتشام آیا
جو امّت میں نبی ہے وہ بھی نائب ہے محمدؐ کا
نبوت کی بجائے یہ خلافت کا نظام آیا
مسیحائے زماں خود معجزہ ہے شاہِ عالم کا
ہزاروں معجزوں کے ساتھ جو بالائے بام آیا
سفینہ کفر کی منطق کا ڈوبا جب تموج میں
مرے مہدی مسیحا کا نیا علم کلام آیا
کھلے غنچے چمن مہکا صبا مستانہ وار آئی
دم احمد سے گلشن میں بہاروں کا پیام آیا
اسیر قوم و ملک و دین رہبر ہیں زمانے کے
یہی رہبر ہے جس کا کام سب دنیا کے کام آیا
ہماری منتظر ہیں پیاسی قومیں ساری دنیا کی
بڑھاؤ اس کو آگے ہم تلک جو دورِ جام آیا
بہت سی منزلیں آگے ہمیں آواز دیتی ہیں
اٹھو رخت سفر باندھو! ظفر وقت خرام آیا

(راجہ نذیر احمد ظفرؔ)

بقیہ: فرمودات خلفاء از صفحہ اول

کہ گٹھلی کو ایک ردّی اور بے فائدہ چیز جانا گیا ہے۔ مختلف پھلوں میں جو چیز کھانے کے قابل ہوتی ہے وہ کھائی جاتی ہے اور گٹھلی پھینک دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی﴾ (الانعام: ۹۶) مَیں اس چیز کو جسے تم لوگ ایک ردّی سمجھ کر پھینک دیتے ہو، اس سے کیسے کیسے درخت پیدا کرتا ہوں کہ انسان، حیوان، چرند، پرند سب اس سے مستفید ہوتے ہیں اور ان کے سائے میں آرام پاتے ہیں، ان کے پھلوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میوے، شربت، غذائیں، دوائیں اور مقوی اشیاء خوردنی ان سے مہیا ہوتی ہیں۔ ان کے پتوں اور ان کی لکڑی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

گٹھلی کیسی ایک حقیر اور ذلیل چیز ہوتی ہے مگر جب وہ خدائی تصرف میں آکر خدا کی ربوبیت کے نیچے آجاتی ہے تو اس سے کیا بن جاتا ہے۔

غرض اس چھوٹی سی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ﴿فَلَقْ﴾ کے نیچے باریک در باریک حکمتیں رکھی ہیں اور انسان کو ترقی کی راہ بتائی ہے کہ دیکھو جب کوئی چیز میرے قبضۂ قدرت اور ربوبیت کے ماتحت آجاتی ہے تو پھر وہ کس طرح ادنیٰ اور ارذل حالت سے اعلیٰ اور اعلیٰ تر بن جاتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان ......کو مدنظر رکھ کر اور اس کی کامل قدرت کا یقین کرکے اور اس کے اسماء اور صفات کاملہ کو پیش نظر رکھ کر اس سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے بڑھاتا اور ترقی دیتا ہے۔ (حقائق الفرقان)

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔
یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔
(مینجر)

بقیہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور سلطان قلم از صفحہ نمبر ۱۰

دیکھیں جو ہمارا خُدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے آلہہ باطلہ۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ دوم، سرورق صفحہ 2,3,4)

رسول کریم ﷺ کے عاشقِ صادق، امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی موعود نے قلمی جہاد کے لئے اپنی مبارک زندگی کا بہت بڑا حصہ صرف کیا۔ آج سے، سو، سوا سو سال پہلے کتابت و طباعت کس قدر دُرشوار تھی اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل امر ہے۔ پتھروں اور لکڑی کے تختوں پر اُلٹی عبارت اُبھاری جاتی تھی اور پھر اسے چھاپہ خانہ میں کاغذ پر مہر کی طرح لگایا جاتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کے مراحل بھی بے حد دشوار تھے۔ آپؑ خود کتابت کی نگرانی کرتے، پروف ریڈنگ کرتے، درستگی کرواتے اور پریس میں کاپی بھیجتے۔ اور جب کسی کتاب کی اشاعت کا وقت قریب آتا تو دن رات ایک کر دیتے۔ صرف اور صرف اس لئے کہ اِن کتب میں وہ روحانی خزائن موجود تھے جن کے سامنے تمام دنیاوی خزانے ہیچ ہیں۔ یہی کتب ہیں جن کے ذریعہ آج پوری دنیا میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہے۔

آپ اپنے ہتھیار یعنی دلائل پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’...اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو۔ ... صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پرزور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کردو۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم۔ روحانی خزائن، جلد 3 صفحہ 402)

آج جب کہ پوری دنیا اسلام کو کچلنے پر تلی ہوئی ہے اور اسے ایک وحشی اور قتل و غارت کا مذہب سمجھتی ہے، صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیروکار ہی مذہبِ امن و سلامتی یعنی حقیقی اسلام کا جھنڈا اٹھائے ہوئے دنیا کو حقیقت سے روشناس کروانے کی سعی کر رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ سلطان القلمؑ کے ہر ماننے والے کے قلم میں بھی، ذوالفقارِ علیؓ کی قوت سما جائے اور وہ اسلام کے دفاع کے لئے اس کا بھرپور استعمال فرمائے۔ آمین

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرِانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز واقعات

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۱۸ و ۲۷/اکتوبر ۲۰۰۳ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے بعض ایمان افروز واقعات اور پُرمعارف ارشادات (مرتبہ مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب) شامل اشاعت ہیں۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ بعض بے وقوف چھ سات سال کی عمر میں بچوں سے روزے رکھواتے ہیں جو ظلم ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ بارہ تیرہ سال کے بچوں کو روزوں کی عادت ڈالنے کے لئے چند روزے رکھوانے کی جرأت دلوانی چاہئے۔ روزہ فرض ہونے کی عمر قریباً اٹھارہ سال ہے۔ بعض مضبوط کچھ سال پہلے ہی روزہ رکھنے کے قابل ہوسکتے ہیں اور بعض کمزور شاید اکیس سال کی عمر میں روزہ رکھنے کے اہل ہوسکیں۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان العجائز ہی انسان کو ٹھوکروں سے بچاتا ہے ورنہ جو لوگ حیل وحجت سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں حکم کیوں دیا گیا اور فلاں کیوں نہیں دیا گیا، وہ بسااوقات ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور اُن کا رہا سہا ایمان بھی ضائع ہوجاتا ہے۔ کامل الایمان شخص اپنے ایمان کی بنیاد مشاہدہ پر رکھتا ہے۔ منشی اروڑے خان صاحبؓ کو بعض لوگوں نے کہا کہ اگر تم ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقریر سن لو تب تمہیں پتہ لگے کہ مرزا صاحب سچے ہیں یا نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ مَیں نے ایک دفعہ اُن کی تقریر سنی اور دوستوں کو بتایا کہ مَیں نے تو مرزا صاحب کا منہ دیکھا ہوا ہے۔ ان کا منہ دیکھنے کے بعد اگر مولوی ثناء اللہ صاحب دو سال بھی میرے سامنے تقریر کرتے رہیں تب بھی اُن کی تقریر کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا اور مَیں نہیں کہہ سکتا کہ وہ جھوٹے کا منہ تھا خواہ مجھے ان کے اعتراضات کے جواب میں کوئی بات نہ آئے۔ پس کامل مومن کا ایمان عقل کی بنا پر نہیں بلکہ مشاہدہ پر مبنی ہوتا ہے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ اگر بیماری کی وجہ سے مسجد نہ جاسکتے تو گھر میں باجماعت نماز کا اہتمام فرماتے اور عشاء کی نماز میں قریباً بلاناغہ سورۃ یوسف کی آیات بل سولت لکم انفسکم......ارحم الراحمین کی تلاوت اتنے دردناک لہجہ میں فرماتے کہ دل بیتاب ہوجاتا۔

☆ جانور کو صرف حلال دیکھ کر نہیں کھانا چاہئے۔ مَیں بچپن میں ایک دفعہ طوطا شکار کرکے لایا تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: محمود! اس کا گوشت حرام تو نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کھانے کے لئے ہی پیدا نہیں کیا، بعض خوبصورت جانور دیکھنے کے لئے ہیں کہ انہیں دیکھ کر آنکھیں راحت پائیں، بعض جانوروں کو عمدہ آواز دی ہے کہ ان کی آواز سن کر کان لذّت حاصل کریں۔ پس ہر حس کی نعمتیں چھین کر زبان ہی کو نہ دیدینی چاہئیں۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ ایک دفعہ لدھیانہ تشریف لے گئے تو صوفی احمد جان صاحب نے آپؑ کے ہمراہ چلتے ہوئے عرض کیا کہ مَیں نے بارہ سال اپنے پیر (رتر چھتر والوں) کی خدمت کی ہے اور اُن کی صحبت کی برکت سے مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ (ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ) اُس شخص کی طرف آنکھ اٹھاکر دیکھوں تو وہ فوراً زمین پر گر پڑے اور تڑپنے لگ جائے۔ آپؑ یہ سنتے ہی کھڑے ہوگئے اور تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: میاں صاحب! پھر اس کا آپ کو کیا فائدہ پہنچا اور اُس شخص کو کیا فائدہ پہنچے گا؟۔ وہ چونکہ اہل اللہ میں سے تھے اس لئے اتنے فقرہ سے ہی فوراً سمجھ گئے اور عرض کیا کہ حضور! مَیں آئندہ ایسا نہیں کروں گا، مَیں سمجھ گیا ہوں کہ یہ ایک بے فائدہ چیز ہے جس کا دین اور روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب کوئی عرض کرتا کہ ہمارے ہاں بڑی مخالفت ہے تو آپؑ فرماتے یہ تمہاری ترقی کی علامت ہے۔ ایک دفعہ ایک دوست نے بیعت کرلی تو حضورؑ نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو کس نے تبلیغ کی تھی۔ وہ بے ساختہ کہنے لگے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے۔ مَیں اُن کا اخبار اور کتابیں پڑھتا تھا جن میں جماعت کی شدید مخالفت ہوتی تھی۔ ایک دن خیال آیا کہ اس سلسلہ کی کتابیں بھی دیکھوں۔ جب ان کتابوں کو پڑھنا شروع کیا تو میرا سینہ کھل گیا۔

☆ ایک دفعہ بعض غیراحمدیوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا کہ شادی بیاہ اور دوسرے معاملات میں آپ اپنی جماعت کے لوگوں کو کیوں اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر ایک مٹکا دودھ کا بھرا ہوا ہو اور اس میں کھٹی لسی کے تین چار قطرے بھی ڈال دیئے جائیں تو سارا دودھ خراب ہوجاتا ہے۔ لوگ اس حکمت کو نہیں سمجھتے کہ قوم کی قوت عملیہ کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اسے دوسروں سے الگ رکھا جائے اور اُن کے بداثرات سے بچایا جائے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بات بارہا سنائی کہ ترکی کے سلطان عبدالحمید نے جب یونان سے جنگ کا سوال اٹھایا تو اُس کے وزراء نے کہا کہ سب ٹھیک ہے لیکن ایک بات ٹھیک نہیں (غالباً یہ کہ یورپ یونان کی مدد کرے گا)۔ اس پر سلطان نے کہا کہ کوئی خانہ تو خدا کے لئے بھی خالی چھوڑنا چاہئے۔ حضورؑ اُس کی اس بات سے بہت لطف اٹھاتے تھے۔ دراصل کوئی کبھی ایسے مقام پر نہیں پہنچتا جب یہ کہہ سکے کہ اب کوئی کمزوری کا رستہ باقی نہیں رہا اور یہ بھی حماقت ہے کہ انسان اسباب کو بالکل نظرانداز کردے۔ اس وقت یورپین قومیں پہلی حماقت میں مبتلا ہیں اور مسلمان دوسری حماقت میں۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب ہم لکھنؤ گئے تو وہاں ایک مخالف مولوی عبدالکریم نے تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک واقعہ تحقیر کے طور پر بیان کیا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک بار جب حضورؑ دلّی گئے تو ہمارے ایک رشتہ دار ماموں مرزا حیرت دہلوی نے شرارت سے ایک جعلی پولیس انسپکٹر بن کر آپؑ سے کہا کہ مجھے حکومت نے بھیجا ہے کہ آپؑ کو نوٹس دوں کہ فوراً چلے جائیں ورنہ آپؑ کو سخت نقصان ہوگا۔ حضورؑ نے تو اُس کی طرف توجہ نہ کی لیکن دوسرے لوگوں نے بات کی تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس واقعہ کو مولوی عبدالکریم نے یوں بتایا کہ دیکھو وہ خدا کا نبی بنا پھرتا ہے مگر جب دلّی گیا تو مرزا حیرت انسپکٹر پولیس بن کر اُس کے پاس چلا گیا۔ وہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایسا گھبرایا کہ سیڑھیوں سے اترتے وقت اس کا پیر پھسلا اور وہ منہ کے بل زمین پر آگرا۔ لوگوں نے یہ تقریر سن کر بڑے قہقہے لگائے لیکن اُسی رات وہ مولوی جب اپنے مکان کی بغیر منڈیر کی چھت پر سو رہا تھا تو کسی کام سے اٹھا تو اُس کا پاؤں چھت سے باہر جاپڑا اور نیچے گرتے ہی مر گیا۔ اگر اُسے پتہ ہوتا کہ اُس کی گستاخی کی یہ سزا ملے گی تو وہ کبھی گستاخی نہ کرتا بلکہ ایمان لے آتا۔ لیکن ایسا ایمان کس کام کا۔ ایمان تو وہی کارآمد ہوسکتا ہے جو غیب کی حالت میں ہو۔ ثواب یا عذاب سامنے نظر آنے پر تو ہر کوئی ایمان لاسکتا ہے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ سے یہ ایک واقعہ مَیں نے سنا ہوا ہے کہ ہارون الرشید نے امام موسیٰ رضا کو کسی وجہ سے قید کردیا اور اُن کے ہاتھوں اور پاؤں میں رسیاں باندھ دی گئیں۔ رات کو ہارون الرشید اپنے محل میں نرم گدیلوں پر سویا ہوا تھا کہ اُس نے خواب میں رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ کے چہرہ پر غضب کے آثار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہارون الرشید! تم ہم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو مگر تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم تو آرام دہ گدیلوں پر گہری نیند سو رہے ہو اور ہمارا بچہ شدت گرما میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے قیدخانہ کے اندر پڑا ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر ہارون الرشید بیتاب ہوکر اٹھا اور اُسی وقت جیل خانہ جاکر اپنے ہاتھ سے اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کھولیں۔ پھر امام موسیٰ کے پوچھنے پر اپنا خواب سنایا اور معافی چاہی۔ پس دیکھو کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں اتنی پشتیں گزر جانے کے باوجود بھی خدا تعالیٰ ایک بادشاہ کو خواب میں ڈراتا ہے اور اُن سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اگر حضرت علیؓ کو اس اعزاز کا پتہ ہوتا اور وہ محض اس عزت افزائی کے لئے اسلام قبول کرتے تو ان کا ایمان صرف دوکانداری رہ جاتا، کسی انعام کا موجب نہ بنتا۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں کپورتھلہ میں احمدیوں اور غیراحمدیوں کا ایک مسجد کے متعلق مقدمہ ہوگیا۔ جج نے مخالفانہ رویہ اختیار کیا تو جماعت نے گھبراکر حضورؑ کو دعا کے لئے خط لکھا۔ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''اگر مَیں سچا ہوں تو مسجد تم کو مل جائے گی''۔ مگر جج نے مخالفت بدستور جاری رکھی اور آخر احمدیوں کے خلاف فیصلہ لکھ دیا۔ لیکن اگلے روز جب فیصلہ سنانے کے لئے اُس نے عدالت جانا تھا تو بوٹ پہنتے ہوئے اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ اُس کے مرنے کے بعد دوسرا جج مقرر ہوا جس نے پہلا فیصلہ بدل دیا اور جماعت کے حق میں فیصلہ کردیا۔ یہ دیکھ کر احمدیوں کے ایمان آسمان تک جاپہنچے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ انبیاء کے ذریعہ متواتر غیب کی خبریں دیتا ہے جن کے پورا ہونے پر ایمان اَور بھی ترقی کرجاتے ہیں۔ یہ انہی کا اثر تھا کہ دوسرے لوگ تو موت کو دیکھ کر روتے تھے لیکن صحابہؓ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا موقعہ ملتا تو وہ خوشی سے کہتے: فزت و ربّ الکعبة کہ ربّ کعبہ کی قسم! مَیں کامیاب ہوگیا۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک سکھ نے بتایا کہ ہم دو بھائی اپنے والد کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے والد کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے میرے والد سے کہا کہ تمہارے لڑکے غلام احمد کے پاس آتے جاتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ اسے جاکر سمجھائیں کہ تمہارے والد کو اس خیال سے بہت دکھ ہوتا ہے کہ اس کا چھوٹا لڑکا اپنے بڑے بھائی کی روٹیوں پر پلے گا، مَیں کوشش کررہا ہوں کہ اسے کوئی اچھی نوکری مل جائے، مَیں مرگیا تو پھر سارے ذرائع بند ہوجائیں گے۔ تب وہ سکھ گیا اور حضورؑ سے ساری بات عرض کی تو آپؑ نے فرمایا کہ والد صاحب تو یونہی غم کرتے رہتے ہیں، انہیں میرے مستقبل کا کیوں فکر ہے؟ مَیں نے تو جس کی نوکری کرنی تھی، کرلی ہے۔ اس پر ہم واپس آگئے اور آپؑ کے والد صاحب سے آکر ساری بات کہہ دی۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ اگر اُس نے یہ بات کہی ہے تو ٹھیک کہا ہے، وہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ چنانچہ بعد میں حضورؑ خود فرماتے ہیں کہ ''ایک وہ زمانہ تھا جب بچے ہوئے ٹکڑے مجھے دیئے جاتے تھے اور آج میرا یہ حال ہے کہ مَیں سینکڑوں خاندانوں کو پال رہا ہوں''۔ چنانچہ ایک وہ وقت تھا کہ جب کوئی ملاقاتی آتا اور آپ اپنی بھاوجہ کو کھانے کے لئے کہلا بھیجتے تو وہ آگے سے کہہ دیتیں کہ وہ یونہی کھاپی رہا ہے، کام کاج تو کوئی کرتا نہیں۔ اس پر آپؑ اپنا کھانا اُس ملاقاتی کو دیدیتے اور خود فاقہ کرلیتے یا چنے کھاکر گزارہ کرلیتے۔ خدا کی قدرت کہ وہی بھاوجہ جو اُس وقت آپؑ کو حقارت سے دیکھتی تھیں بعد میں میرے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے شروع کیے جانے والے کام کی ابتدا بڑی نظر نہیں آیا کرتی لیکن اس کی انتہا پر دنیا حیران ہوجاتی ہے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کو سرخی کے چھینٹوں والا کشف دکھایا گیا تو سرخی کے چھینٹے آپؑ کے قمیص اور ایک قطرہ میاں عبداللہ صاحب سنوری کی ٹوپی پر بھی پایا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس نشان میں اُن کو بھی شریک کرلیا۔ اسی طرح ایک دفعہ مجھے بتایا گیا کہ آج رات حضورؑ پر یہ الہام نازل ہوا ہے: انّی مَعَ الْاَفواج اتیك بَغْتَةً۔ صبح آپؑ نے اشاعت کے لئے اپنے الہامات لکھ کردیئے تو اتفاقاً آپؑ کو یہ الہام لکھنا یاد نہ رہا۔ مَیں نے کہا کہ مجھے تو فرشتوں نے بتایا

تھا کہ آج رات آپؑ کو یہ الہام بھی ہوا ہے۔ اس پر آپؑ اندر سے الہامات والی کاپی اٹھا لائے جس میں یہ الہام درج تھا لیکن آپ کو لکھنا یاد نہیں رہا تھا چنانچہ پھر یہ الہام بھی اخبار میں شائع کروادیا گیا۔

☆ ایک غیر احمدی دوست شیخ رحمت اللہ صاحب وکیل ایک بار لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کی تقریر سن رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ نور کا ایک ستون آپؑ کے سر سے آسمان کی طرف جارہا ہے۔ مَیں نے ساتھ والے دوست کو کہا کہ دیکھو وہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو نور کا ستون ہے۔ یہ نظارہ دیکھ کر شیخ صاحب نے اُسی دن حضورؑ کی بیعت کرلی۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کسی بزرگ کا یہ مقولہ سنایا کرتے تھے کہ "دست در کار و دل بایار" یعنی ہاتھ کام میں مشغول ہوں لیکن دل اللہ کی طرف متوجہ رہے۔ اسی طرح ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ دن میں کتنی دفعہ اللہ کا ذکر کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ محبوب کا نام لینا ہے اور گن گن کر!۔ اس لئے اصل ذکر وہی ہے جو ان گنت ہو مگر ایک معین وقت مقرر کرنے میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ انسان اس وقت اپنے محبوب کیلئے دوسرے کاموں سے بالکل الگ ہو جاتا ہے۔

☆ انسان کی فطرت میں یہ بات مرکوز کردی گئی ہے کہ وہ کسی کا ہو رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ سنایا کرتے تھے کہ یا تو تُو کسی کا ہو جا یا کوئی تیرا ہو جائے۔ بیشک جب تک انسان اصل چیز نہیں پالیتا وہ کبھی بیوی کا ہو رہتا ہے، کبھی بہن بھائی کا، کبھی ماں باپ کا، کبھی دوستوں کا۔ مگر جب خدا تعالیٰ کے ملنے کا راستہ اس پر کھل جاتا ہے تو پھر وہ خدا تعالیٰ کا ہی ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ سنایا کرتے تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے باورچی کو محض کھانے میں نمک زیادہ ہونے پر ایک سو کوڑے لگانے کی سزا دی تو مہاراجہ کے ایک مسلمان وزیر عزیزالدین بڑے نرم دل تھے، کہنے لگے یہ بادشاہ کی شان سے بعید ہے کہ کھانے میں ذرا سا نمک زیادہ ہو جائے تو اس پر چڑ کر ایک سو کوڑے لگانے کا حکم دے۔ مہاراجہ کہنے لگا کہ یہ نہ خیال کریں کہ مَیں اسے نمک کی زیادتی پر یہ سزا دے رہا ہوں۔ اس نے میرا ایک سو بکرا کھایا ہوا ہے اور ایک ایک بکرے پر ایک درّے کی سزا مَیں اسے دے رہا ہوں۔ کھانے میں نمک کی زیادتی محض ایک بہانہ ہے جس کے ذریعہ گزشتہ قصوروں کی سزا دینے کا موقع مل گیا ہے۔

☆ مَیں نے حضرت مسیح موعودؑ سے سنا کہ کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ کتنے روپوؤں پر زکوٰۃ فرض ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے لئے یہ مسئلہ ہے کہ تم چالیس روپے میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ دو۔ اس نے کہا: "تمہارے لئے" کا کیا مطلب ہے؟ کیا زکوٰۃ کا مسئلہ بدلتا رہتا ہے؟۔ انہوں نے کہا: ہاں، کیونکہ اگر میرے پاس چالیس روپے ہوں تو مجھ پر اکتالیس روپے دینے لازمی ہیں کیونکہ میرا مقام ایسا ہے۔ تمہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم کماؤ اور کھاؤ لیکن مجھے کہا ہے کہ میرے اخراجات کا وہ خود کفیل ہے اس لئے اگر بیوقوفی سے چالیس روپے جمع کرلوں تو وہ چالیس روپے بھی دوں گا اور ایک روپیہ جرمانہ بھی دوں گا۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ جب سیالکوٹ تشریف لے گئے تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو کوئی آپؑ کی بات سننے جائے گا اُس کا نکاح ٹوٹ جائے گا......۔ حضورؑ کی موجودگی میں چونکہ احمدی جمع تھے اس لئے مولویوں کو فساد کی جرأت نہیں ہو سکی لیکن آپؑ کی واپسی کے بعد انہوں نے گاڑی پر بھی پتھراؤ کی کوشش کی اور جب تھوڑے سے احمدی اسٹیشن پر رہ گئے تو اُن پر حملہ کردیا۔ اُن میں ایک مولوی برہان الدین صاحبؓ بھی تھے جنہیں پتھر مارے اور گرا کر اُن کے منہ میں گوبر ڈالا۔ اس پر مولوی صاحبؓ نے بجائے گالیاں دینے کے خوشی سے سبحان اللہ کہنا شروع کیا کہ یہ دن تو نبیوں کے آنے پر ہی نصیب ہوتے ہیں اور مجھ پر اللہ کا احسان ہے۔ چنانچہ جو حملہ کرنے والے تھے وہ تھوڑی ہی دیر میں شرمندگی اور ذلّت سے آپ کو چھوڑ گئے۔

☆ افسوس ہے کہ کئی نوجوان اچھا عہدہ ملنے پر اپنے والدین سے ملنے میں بھی شرم محسوس کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ سنایا کرتے تھے کہ کسی ہندو نے بڑی تکلیف برداشت کر کے اپنا لڑکا پڑھایا۔ جب وہ ڈپٹی ہو گیا تو ایک دفعہ باپ اپنے بیٹے کو ملنے آیا۔ بیٹا اس وقت مجلس میں بیٹھا تھا۔ کسی نے غلیظ دھوتی والے آدمی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ ڈپٹی صاحب نے جھینپ کر جواب دیا کہ یہ ہمارے ٹہلیا ہیں (یعنی بچپن میں کھلانے والے)۔ اس پر باپ غصہ سے اٹھا اور کہنے لگا کہ مَیں ان کا نہیں ان کی ماں کا ٹہلیا ہوں۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ ڈپٹی صاحب کے والد تھے تو انہوں نے ڈپٹی کو بہت لعن طعن کی۔ بہر حال ایسے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں کہ لوگ رشتہ داروں سے ملنے سے جی چراتے ہیں تا کہ اُن کی اعلیٰ پوزیشن میں کوئی کمی نہ ہو جائے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ ایک دفعہ لاہور یا امرتسر ریلوے سٹیشن پر تھے کہ پنڈت لیکھرام نے آکر آپؑ کو سلام کیا۔ چونکہ پنڈت لیکھرام کی آریہ سماج میں بہت بڑی حیثیت تھی اس لئے احمدی بڑے خوش ہوئے کہ لیکھرام آپؑ کو سلام کرنے آیا ہے۔ لیکن حضورؑ نے اُسکی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی۔ لوگوں نے، یہ سمجھ کر کہ شاید حضورؑ نے دیکھا نہیں، عرض کیا کہ پنڈت لیکھرام صاحب سلام کر رہے ہیں۔ آپؑ نے بڑے جوش سے فرمایا: اسے شرم نہیں آتی کہ میرے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور مجھے آکر سلام کرتا ہے۔

صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ اور قبولیت دعا

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۳ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بعض صحابہؓ کے قبولیت دعا کے واقعات شامل اشاعت ہیں جنہیں مکرم عطاءالوحید باجوہ صاحب نے مرتب کیا ہے۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں: میں نے کسی روایت کے ذریعہ سنا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ میں علوم کا اس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف و قوی روایتوں میں امتیاز کرتا۔ مَیں نے دعا مانگی۔ "الٰہی! مَیں تو ہر وقت محتاج ہوں۔ اب مَیں کون کونسی دعا مانگوں۔ پس مَیں یہی دعا مانگتا ہوں کہ جب ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اس کو قبول کرلیا کر"۔ روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی۔

مزید فرماتے ہیں کہ دھرم پال نے جب کتاب "ترک اسلام" لکھی تو اس سے بہت پہلے مجھے ایک خواب آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اگر کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت کے متعلق تجھ سے پوچھے اور وہ تجھ کو نہ آتی ہو اور پوچھنے والا منکر قرآن ہو تو ہم خود تم کو اس آیت کے متعلق علم دیں گے"۔ جب دھرم پال کی کتاب کے جواب کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے دی تو حروف مقطعات کے متعلق اعتراض تک پہنچ کر ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان میں نے صرف اتنا ہی خیال کیا کہ مولا! یہ منکر قرآن مقطعات پر سوال کرتا ہے۔ اسی وقت دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا۔ جس کا ایک کرشمہ میں نے رسالہ نورالدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا اور اس کو لکھ کر مَیں خود بھی حیران ہو گیا۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قبولیت دعا کے بارہ میں حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں: ریاست پٹیالہ میں ایک سکھ ذیلدار میرا سخت مخالف تھا۔ پہلے وہاں تحصیلدار اور افسر مال دونوں مسلمان تھے وہ تبدیل ہو کر سکھ افسر مال آگیا۔ ذیلدار نے اس کو بہت بھڑکایا تو اس افسر نے نمبردار کے ذریعہ مجھے گالی دے کر پیغام بھجوایا کہ ملازمت ترک کر کے چلا جاؤں ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔ مَیں نے اُسے جواب بھجوایا کہ جس قدر داؤ کرنے ہیں کرلو، مَیں یہاں ملازمت از خود ترک نہیں کروں گا۔ اور گالی کا مَیں جواب نہیں دیتا کیونکہ آپ میرے آفیسر ہیں۔ ہاں اگر میرا خدا چاہے تو وہ خود جواب دے سکتا ہے۔

ظہر کا وقت تھا مَیں نے نماز ادا کی اور اس میں دعا کی۔ دعا کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے نام ایک خط میں یہ سارا واقعہ تحریر کیا اور یہ خط اُسی وقت اپنے سسر کے ہاتھ قادیان بھجوا دیا۔ جب وہ مسجد مبارک میں داخل ہوئے اس وقت تکبیر ہو رہی تھی۔ انہوں نے نہایت سرعت کے ساتھ بڑھ کر نماز شروع ہونے سے پہلے میرا خط حضورؓ کی خدمت میں دیدیا۔ حضورؓ نے نیت باندھنے سے پہلے ہی وہ خط پڑھ لیا اور پچھلی طرف مڑ کر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ان کو لکھ دو، مَیں نے دعا کردی۔ چنانچہ اُسی دن شام کو افسر مال صاحب دورہ پر چلے گئے جہاں جاتے ہی رات ہیضہ ہو گیا۔ وہاں سے رتھ میں پٹیالہ کو روانہ ہوئے۔ جب میرے حلقہ کی حد میں آئے تو فوت ہو گئے۔

☆ حضرت چوہدری ظفراللہ خانصاحبؓ کی دعا کی قبولیت کا ذکر کرتے ہوئے مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت چوہدری صاحبؓ نے بتایا کہ جب مَیں اقوام متحدہ کے سترھویں سیشن کا صدر منتخب ہوا تو میرے دل میں اس بات پر تشویش پیدا ہوئی کہ مَیں نے اسمبلی کے قواعد و ضوابط کا مطالعہ بھی نہیں کیا جبکہ افغانستان کے سفیر دن میں کئی کئی بار پوائنٹ آف آرڈر اٹھانے میں مشہور تھے اور بار بار قواعد کی طرف متوجہ کر کے صدر کو آگے نہیں چلنے دیتے تھے۔ مَیں نے بڑی تضرع سے دعا کی اور میرے مولیٰ نے میری تضرعات کو یوں شرف قبولیت بخشا کہ میری صدارت کے دوران ایک سال کے عرصہ میں ایک بھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا گیا اور یوں یہ سیشن اس لحاظ سے بھی ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر پر مَیں کار چلا رہا تھا۔ حضرت چوہدری صاحبؓ میرے ساتھ اگلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ آپؓ کی عادت تھی کہ ڈرائیور کو کار چلانے کے سلسلہ میں نہ تو کوئی مشورہ دیتے اور نہ ہی ٹوکتے۔ ایک کار میرے آگے جا رہی تھی۔ مَیں نے تین چار مرتبہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن جونہی مَیں اپنی کار کی رفتار تیز کرتا، اُس کار کا ڈرائیور بھی اپنی رفتار تیز کر دیتا۔ جب وہ کار ایک طرف مڑی تو حضرت چودھری صاحبؓ کی نظریں مسلسل اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ پھر آپؓ فرمانے لگے: جب تک آپ اس کار سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے رہے تو مَیں یہ دعا کرتا رہا کہ آپ اس سے آگے نہ نکل سکیں کیونکہ اس کار کی نمبر پلیٹ پر ALH کے لفظ نمایاں تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہ Allah کا مخفف ہیں۔ میرے دل نے گوارہ نہ کیا کہ ہم ایسی کار سے آگے نکل جائیں۔

☆ حضرت خیر دین صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک دفعہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تیرا قرب پانے کیلئے کون سا طریق اچھا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ دو طریق ہیں، چندہ دو یا دعوت الی اللہ کرو۔ مَیں نے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ! مَیں تو اتنا پڑھا ہوا نہیں، مَیں دعوت الی اللہ کس طرح کروں؟۔ فرمایا کہ قرآن شریف تو تم کو ہم نے پڑھا دیا ہے (کیونکہ جب مَیں اپنے گاؤں میں تھا تو مجھے حضرت مسیح موعودؑ خواب میں ملے تھے اور فرمایا تھا کہ تم قادیان آجاؤ، ہم تمہیں قرآن شریف پڑھا دیں گے۔...... اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تم گھی بہت کھایا کرو۔ مَیں نے عرض کیا اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس سے مراد بہت دعا کرنا ہے۔ اور یہ کہ "جس گھر میں دعا ہوتی ہے وہ گھر موجوں میں رہتا ہے" پھر یہ بھی آواز سنی کہ "جس کے ساتھ خدا بولتا نہیں وہ مسلمان نہیں ہے"۔

☆ حضرت حافظ محمد حسین صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت عرصہ پہلے رات تہجد کیلئے اٹھا اور مسجد میں چلا گیا۔ اکیلا ہی تھا، نفل پڑھنے کے بعد یکدم خیال آیا کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تم خدا کے دوست بن جاؤ۔ مدت تک آنسو جاری رہے کہ مولا کریم کا نور انور آیا اور اس نے خاکسار کو اپنی گود میں لے کر پیار فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حالت بدل گئی اور اطمینان قلب بفضل الٰہی آج تک بھی بدستور ہے۔

☆ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کی قبولیت دعا کا ذکر کرتے ہوئے آپکے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۲۲ء میں ہماری بھینسیں چوری ہو گئیں۔ کھوج لگایا گیا لیکن چونکہ ان دنوں قادیان میں تھانہ کوئی نہ تھا۔ اسلئے حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے لوگوں نے ان دو گاؤں کو گھیرے میں لے لیا جہاں بھینسیں لے جائی گئی تھیں۔ ایک خاتون کو معلوم ہوا تو بولی کہ مولوی صاحب فرشتہ ہیں تو پھر فرشتے ان کی بھینسیں واپس کر جائیں؟ اگلی رات بھی لوگ پہرہ دیتے رہے اور اباجی تمام رات نماز پڑھتے رہے کہ خدا انہیں ہر شر سے محفوظ رکھے۔ پھر اسی رات چور بھینسیں واپس چھوڑ گئے۔

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com
Vol. 11 Friday March 19, 2004 Issue No. 12

پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔

یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اور کوئی دشمن اس کو تباہ نہیں کرسکتا۔

فرمودات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اَلصُّلْحُ خَیْر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اے علماء قوم جو میرے مکذب اور مکفر ہیں یا میری نسبت متذبذب ہیں آج پھر میرے دل میں خیال آیا کہ مَیں ایک مرتبہ پھر آپ صاحبوں کی خدمت میں مصالحت کے لئے درخواست کروں۔ مصالحت سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ آپ صاحبوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے مجبور کروں یا اپنے عقیدہ کی نسبت اس بصیرت کے مخالف کوئی کمی بیشی کروں جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے بلکہ اس جگہ مصالحت سے صرف میری یہ مراد ہے کہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو اُن کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں اور کسی تحریر یا تقریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب اور شائستگی ہے، فریق ثانی مدارات سے پیش آئیں............۔

اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں ہے تو خود یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو کوئی دشمن اس کو تباہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے محض قلیل جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریق تقویٰ کے برخلاف ہے۔ یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں۔ ورنہ جب یہ احمدی فرقہ دنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا اور ہر ایک طبقہ سے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے تو اس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت کی مخالطت اور مدارات خدا کے لئے نہیں ہوگی اور اس وقت مخالف علماء کا نرمی اختیار کرنا تقویٰ کی وجہ سے نہیں سمجھا جائے گا۔ تقویٰ دکھلانے کا آج ہی دن ہے۔............ بالفعل اس اندرونی تفرقہ کے مٹانے کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔ آئندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہوگا وہ خود غالب ہوتا جائے گا۔ دنیا میں سچائی اول چھوٹے سے تخم کی طرح آتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے جو پھل اور پھول لاتا اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں۔

المشتہر

میرزا غلام احمد۔ از قادیان

۵/مارچ ۱۹۰۱ء

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۶ تا ۸)

❀❀❀❀❀

''............ سو اب وہی وقت ہے اور ہر یک شخص روحانی روشنی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدائے تعالیٰ نے اس روشنی کو دے کر ایک شخص کو دنیا میں بھیجا۔ وہ کون ہے؟ یہی ہے جو بول رہا ہے۔ رسالہ فتح اسلام میں یہ امر مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایسے عظیم الشان کاموں کے لئے قوم کے ذی مقدرت لوگوں کی امداد ضروری ہوتی ہے اور اس سے زیادہ اور کون سی سخت معصیت ہوگی کہ ساری قوم دیکھ رہی ہے کہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور وہ وبا پھیل رہی ہے جو کسی آنکھ نے پہلے اس سے نہیں دیکھی تھی۔ اس نازک وقت میں ایک شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے اٹھا اور چاہتا ہے کہ اسلام کا خوبصورت چہرہ تمام دنیا پر ظاہر کرے اور اس کی راہیں مغربی ملکوں کی طرف کھولے۔ لیکن قوم اس کی امداد سے دستکش ہے اور سوء ظن اور دنیا پرستی کی راہ سے بکلّی قطع تعلقات کر کے چپ چاپ بیٹھی ہے۔ افسوس کہ ہماری قوم میں سے بہتوں نے سوء ظن کی راہ سے ہر ایک شخص کو ایک ہی مدمکر اور فریب میں داخل کر دیا ہے اور کوئی ایسا شخص جو روحانی سرگرمی اور دیانتداری کا اثر اپنے اندر رکھتا ہو شاید ان کے نزدیک ممتنع الوجود ہے۔ بہت سے ان میں سے ایسے ہیں کہ وہ صرف دنیوی زندگی کی فکروں میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی نگاہ میں وہ لوگ سخت بے وقوف ہیں جو کبھی آخرت کا بھی نام لیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ دین سے بھی کچھ دلچسپی رکھتے ہیں مگر صرف بیرونی صورت اور مذہب کے بے اصل باتوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ نبیوں کی تعلیم کا اعلیٰ مقصد کیا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہئے جس سے ہم اپنے مولیٰ کی دائمی رضامندی میں داخل ہو جائیں۔

میرے پیارے دوستو! مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان و عرفان کے لئے مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذریت کو نہایت ضرورت ہے''۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵۔۵۱۶)

❀❀❀❀❀

''افسوس ان لوگوں کی حالتوں پر ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھ بھی عزت نہ کی۔ اور صدی پر بھی سترہ برس گزر گئے مگر ان کا مجدد اب تک کسی غار میں پوشیدہ بیٹھا ہے۔ مجھ سے یہ لوگ کیوں بخل کرتے ہیں۔ اگر خدا نہ چاہتا تو مَیں نہ آتا۔ بعض دفعہ پر میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ مَیں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے۔ پر ساتھ ہی میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس سے زیادہ کوئی اور سخت گناہ نہیں کہ مَیں خدمت سپرد کردہ میں بزدلی ظاہر کروں۔ جس قدر مَیں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں اسی قدر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر آگے لے آتا ہے۔ میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ مَیں ہر روز اس بات کے لئے چشم پر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے مگر میدان میں نکلنا مخنث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کی مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنا کام پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ مَیں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افتراء کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میری سپرد کی ہے اور اس کے لئے مجھے پیدا کیا ہے۔ ہرگز ممکن نہیں کہ مَیں اس میں سستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر مَیں حیّ و قیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتا ہے اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔

پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو''۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۔۱۳)

❀❀❀❀❀

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔